AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

نوجوان نسل کے معاصر تعلیمی، معاشرتی اور معاشی مسائل: سیرتِ نبوی ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں جائزہ

Contemporary Educational, Social, and Economic Issues of Youth: A Study in the Light of the Teachings of the Prophet (PBUH)

Aisha Shafqut
Lecturer, Gulab Devi Educational Complex, Lahore, Pakistan.
Email: musyyebahmad@gmail.com

Abstract

This study examines the contemporary educational, social, and economic challenges faced by the youth in the modern world and explores their solutions in the light of the teachings of the Prophet Muhammad (PBUH). In an era marked by rapid globalization, technological advancement, and shifting social values, young people are confronted with multifaceted issues including identity crises, moral decline, unemployment, educational disparity, and social disintegration. These challenges not only affect their personal development but also have broader implications for societal stability and progress. The research adopts an analytical and descriptive methodology to highlight how the Seerah of the Prophet (PBUH) provides a comprehensive framework for addressing these issues. It emphasizes the Prophet's approach to education, character-building, economic justice, and social harmony. The study demonstrates that the Prophetic model promotes balanced development by integrating spiritual, moral, and practical dimensions of life. Furthermore, the paper discusses the relevance of key Prophetic principles such as justice, compassion, accountability, and moderation in resolving modern-day crises. By drawing parallels between contemporary challenges and Prophetic guidance, the research argues that the Seerah offers timeless and applicable solutions for youth empowerment. The study concludes that adopting the teachings of the Prophet (PBUH) can lead to the holistic development of youth and contribute to building a stable, ethical, and progressive society.

Keywords: Youth, Seerah, Education, Social Issues, Economic Challenges.

تعارفِ موضوع

نوجوان کسی بھی قوم کا سب سے قیمتی سرمایہ، مستقبل کی قیادت اور معاشرے کی تعمیر و ترقی کا بنیادی ستون ہوتے ہیں۔ ہر دور میں نوجوانوں نے علمی، فکری، معاشرتی اور معاشی میدانوں میں نمایاں کردار ادا کیا ہے، تاہم عصرِ حاضر میں تیز رفتار سائنسی ترقی، عالمگیریت، جدید ذرائع ابلاغ، فکری و تہذیبی تبدیلیوں اور معاشی مسابقت نے نوجوان نسل کو ایسے پیچیدہ مسائل سے دوچار کر دیا ہے جنہوں نے ان کی شخصیت، کردار، تعلیم، معاشرت اور معاشی استحکام پر گہرے اثرات مرتب کیے ہیں۔ تعلیمی نظام میں مقصدیت کا فقدان، نصابی ناہمواری، اخلاقی و دینی تربیت کی کمزوری، خاندانی نظام کا انتشار، سوشل میڈیا کے منفی اثرات، بے روزگاری، مہنگائی اور معاشی عدم استحکام جیسے مسائل نوجوانوں کی متوازن نشوونما میں بڑی رکاوٹ بن چکے ہیں۔ ایسے حالات میں محض نظریاتی یا مادی حل کافی نہیں، بلکہ ایک ایسی جامع، متوازن اور عملی رہنمائی کی ضرورت ہے جو انسانی زندگی کے ہر پہلو کا احاطہ کرتی ہو۔ سیرتِ نبوی ﷺ اس اعتبار سے ایک مکمل نمونۂ حیات پیش کرتی ہے، جس میں نوجوانوں کی علمی، فکری، اخلاقی، معاشرتی اور معاشی تربیت کے واضح اصول موجود ہیں۔ زیرِ نظر مضمون میں نوجوان نسل کو درپیش معاصر تعلیمی، معاشرتی اور معاشی مسائل کا سیرتِ نبوی ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں تجزیاتی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ اس مقصد کے لیے مضمون کو تین مباحث میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے مبحث میں نوجوانوں کے معاصر تعلیمی مسائل اور ان کے نبوی حل، دوسرے مبحث میں معاشرتی مسائل اور

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

سیرتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں ان کی اصلاح، جبکہ تیسرے مبحث میں معاشی مسائل، خود انحصاری، حلال روزگار اور معاشی استحکام سے متعلق نبوی رہنمائی کا تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ پیش کیا گیا ہے، تاکہ عصرِ حاضر کے نوجوانوں کے لیے ایک جامع، متوازن اور قابلِ عمل رہنمائی فراہم کی جا سکے۔

مبحث اول: نوجوان نسل کے معاصر تعلیمی مسائل

تعلیم کسی بھی معاشرے کی فکری، اخلاقی اور تہذیبی تعمیر کا بنیادی ذریعہ ہے، جبکہ نوجوان کسی بھی قوم کا سب سے قیمتی سرمایہ اور مستقبل کے معمار ہوتے ہیں۔ عصرِ حاضر میں اگرچہ تعلیم کے ذرائع، ادارے اور سہولیات میں نمایاں اضافہ ہوا ہے، تاہم اس کے باوجود نوجوان نسل متعدد تعلیمی مسائل سے دوچار ہے۔ جدید تعلیمی نظام میں معلومات کی فراوانی تو موجود ہے، مگر کردار سازی، اخلاقی تربیت، فکری اعتدال اور عملی رہنمائی کا شدید فقدان محسوس کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ تعلیمی ناہمواری، مہنگی تعلیم، امتحان پر مبنی نظام، بے مقصد ڈگریوں کا رجحان، جدید ٹیکنالوجی کا غیر متوازن استعمال اور تعلیم و روزگار کے درمیان عدم مطابقت جیسے مسائل نوجوانوں کی علمی ترقی میں رکاوٹ بن رہے ہیں۔ نتیجتاً نوجوان علمی صلاحیت رکھنے کے باوجود فکری انتشار، عملی بے یقینی اور مستقبل کے حوالے سے اضطراب کا شکار نظر آتے ہیں۔ سیرتِ نبوی ﷺ کا مطالعہ اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تعلیم کو صرف معلومات کے حصول کا ذریعہ نہیں بلکہ ایمان، کردار، حکمت، ذمہ داری، خدمتِ انسانیت اور متوازن شخصیت کی تعمیر کا وسیلہ قرار دیا۔ آپ ﷺ کی تعلیمی حکمتِ عملی میں علم و عمل، اخلاق و کردار، فکر و بصیرت اور دنیا و آخرت کے درمیان ایسا حسین توازن موجود ہے جو ہر دور کے تعلیمی مسائل کے حل کے لیے رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ اسی تناظر میں اس مبحث میں نوجوان نسل کو درپیش اہم تعلیمی مسائل کا جائزہ لیا جائے گا اور سیرتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں ان کے قابلِ عمل حل پیش کیے جائیں گے۔

1۔ تعلیم کا مقصد اور فکری بحران

تعلیم کا بنیادی مقصد صرف معلومات، مہارت یا پیشہ ورانہ قابلیت پیدا کرنا نہیں بلکہ ایک ایسی متوازن، باکردار اور ذمہ دار شخصیت کی تعمیر ہے جو اپنے رب، اپنے معاشرے اور اپنی ذمہ داریوں سے آگاہ ہو۔ تاہم عصرِ حاضر میں تعلیم کا تصور بڑی حد تک مادیت، مقابلہ بازی، ڈگری کے حصول اور معاشی منفعت تک محدود ہو کر رہ گیا ہے۔ نوجوانوں کی ایک بڑی تعداد تعلیم کو محض ملازمت حاصل کرنے کا ذریعہ سمجھتی ہے، جبکہ اخلاقی تربیت، فکری پختگی، دینی شعور، تحقیق، تنقیدی سوچ اور انسانی خدمت جیسے بنیادی مقاصد پس منظر میں چلے گئے ہیں۔ اسی وجہ سے تعلیمی اداروں سے فارغ التحصیل ہونے والے بہت سے نوجوان علمی اعتبار سے تو مضبوط دکھائی دیتے ہیں، لیکن فکری، اخلاقی اور روحانی اعتبار سے کمزور ہوتے ہیں۔ اس صورتِ حال نے شناخت کے بحران، ذہنی بے چینی، فکری انتشار، مادی طرزِ فکر اور مقصدِ حیات سے دوری جیسے مسائل کو جنم دیا ہے، جو نہ صرف نوجوانوں بلکہ پورے معاشرے کے لیے تشویش کا باعث ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ٱقۡرَأۡ بِٱسۡمِ رَبِّكَ ٱلَّذِي خَلَقَ﴾[1]

ترجمہ: "پڑھیے اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔"

یہ آیتِ مبارکہ اسلام میں تعلیم کے تصور کی بنیاد فراہم کرتی ہے۔ قرآنِ مجید کی پہلی وحی کا آغاز ہی "اقرأ" سے ہوا، جو اس حقیقت کو نمایاں کرتا ہے کہ اسلام میں علم محض معلومات کے حصول کا نام نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی معرفت، انسان کی اصلاح اور کائنات میں غور و فکر کا ذریعہ ہے۔ آیت میں "بِاسۡمِ رَبِّکَ" کی قید اس امر کی طرف رہنمائی کرتی ہے کہ علم اپنے خالق سے وابستگی کے ساتھ حاصل کیا جائے، تاکہ اس سے انسان میں

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

غرور، مادہ پرستی یا بے راہ روی پیدا نہ ہو بلکہ تقویٰ، ذمہ داری اور خیر خواہی کے اوصاف پروان چڑھیں۔ موجودہ تعلیمی بحران کی ایک بڑی وجہ یہی ہے کہ تعلیم کو اخلاق اور روحانیت سے جدا کر دیا گیا ہے، جس کے نتیجے میں علم کردار سازی کے بجائے صرف معاشی مفاد کا ذریعہ بنتا جا رہا ہے۔ سیرتِ نبوی ﷺ اس حقیقت کو واضح کرتی ہے کہ تعلیم کا اصل مقصد انسان کی فکری، اخلاقی اور عملی تعمیر ہے، نہ کہ محض دنیاوی کامیابی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

»إِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا«[2]

ترجمہ: "میں تو معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔"

رسول اللہ ﷺ نے اپنی بعثت کے بنیادی مقاصد میں تعلیم کو نمایاں فرمایا۔ آپ ﷺ کی تعلیم صرف الفاظ کی تعلیم نہیں تھی بلکہ عقیدہ، اخلاق، کردار، حکمت، ذمہ داری، عدل، اخوت اور خدمتِ انسانیت کی ہمہ گیر تربیت تھی۔ آپ ﷺ نے مسجد کو تعلیمی مرکز بنایا، نوجوانوں کی ذہنی استعداد کے مطابق تعلیم دی، سوال و جواب کی حوصلہ افزائی فرمائی اور عملی نمونے کے ذریعے تعلیم کو مؤثر بنایا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی نظامِ تعلیم کا مقصد صرف ذہنی نشوونما نہیں بلکہ شخصیت کی ہمہ جہت تعمیر ہے۔ آج کے نوجوان اگر سیرتِ نبوی ﷺ کے اس تعلیمی منہج کو اختیار کریں تو وہ فکری انتشار، مقصدِ حیات سے بے سمتی اور اخلاقی کمزوری جیسے مسائل پر قابو پا سکتے ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ جدید تعلیمی نظام میں بھی علم کے ساتھ کردار، ایمان، ذمہ داری اور خدمتِ خلق کے عناصر کو بنیادی حیثیت دی جائے، تاکہ تعلیم حقیقی معنوں میں فرد اور معاشرے کی اصلاح کا ذریعہ بن سکے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿يَرۡفَعِ ٱللَّهُ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ مِنكُمۡ وَٱلَّذِينَ أُوتُواْ ٱلۡعِلۡمَ دَرَجَٰتٖ﴾[3]

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ تم میں سے ایمان والوں اور جنہیں علم عطا کیا گیا ہے، ان کے درجات بلند فرمائے گا۔"

یہ آیتِ مبارکہ اسلام میں علم کی حقیقی قدر و منزلت کو نمایاں کرتی ہے۔ قرآنِ مجید نے علم کو محض معاشی ترقی یا دنیاوی کامیابی کا ذریعہ قرار نہیں دیا بلکہ اسے ایمان کے ساتھ جوڑ کر انسان کی حقیقی فضیلت کا معیار بنایا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ علم جو ایمان، اخلاق، ذمہ داری اور خدمتِ انسانیت سے وابستہ ہو، وہی انسان کو بلند مقام عطا کرتا ہے۔ عصرِ حاضر میں نوجوانوں کے تعلیمی بحران کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ علم اور کردار کو ایک دوسرے سے الگ کر دیا گیا ہے۔ تعلیمی اداروں میں پیشہ ورانہ مہارتوں پر تو توجہ دی جاتی ہے، مگر اخلاقی تربیت، فکری استحکام اور دینی شعور نسبتاً کمزور دکھائی دیتا ہے۔ نتیجتاً اعلیٰ تعلیم یافتہ افراد بھی بعض اوقات معاشرتی ذمہ داری، دیانت، برداشت اور اعتدال جیسی بنیادی اقدار سے محروم رہتے ہیں۔ سیرتِ نبوی ﷺ اس حقیقت کو اجاگر کرتی ہے کہ علم کی حقیقی برکت اسی وقت ظاہر ہوتی ہے جب وہ ایمان، عملِ صالح اور حسنِ اخلاق کے ساتھ وابستہ ہو۔ یہی متوازن تعلیم نوجوانوں کو فکری بحران سے نکال کر انہیں معاشرے کا مفید اور باکردار فرد بناتی ہے۔

امام ابو حامد الغزالیؒ *احیاء علوم الدین* میں فرماتے ہیں:

»الْعِلْمُ بِلَا عَمَلٍ جُنُونٌ، وَالْعَمَلُ بِغَيْرِ عِلْمٍ لَا يَكُونُ.»[4]

ترجمہ: "علم بغیر عمل کے دیوانگی ہے، اور عمل بغیر علم کے درست نہیں ہو سکتا۔"

امام غزالیؒ نے اس مختصر مگر جامع قول میں اسلامی نظامِ تعلیم کی اصل روح کو بیان کیا ہے۔ ان کے نزدیک علم اور عمل ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں؛ اگر علم کردار سازی، اصلاحِ نفس اور معاشرتی بھلائی کا ذریعہ نہ بنے تو اس کی حقیقی افادیت باقی نہیں رہتی۔ موجودہ دور میں نوجوان نسل کی ایک بڑی تعداد علمی اسناد تو حاصل کر لیتی ہے، مگر عملی زندگی میں دیانت، ذمہ داری، امانت، عدل اور خدمتِ خلق جیسی صفات نمایاں

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

نہیں ہوتیں۔ اس کی بنیادی وجہ علم اور عمل کے درمیان پیدا ہونے والا فاصلہ ہے۔ سیرتِ نبوی ﷺ اس حوالے سے بہترین نمونہ پیش کرتی ہے، جہاں ہر تعلیم کو عملی زندگی میں نافذ کیا گیا اور صحابۂ کرامؓ کی ایسی نسل تیار ہوئی جو علم، عمل اور اخلاق کا حسین امتزاج تھی۔ لہٰذا موجودہ تعلیمی نظام کی اصلاح اسی وقت ممکن ہے جب تعلیم کو محض ڈگری یا ملازمت تک محدود رکھنے کے بجائے اسے کردار سازی، فکری پختگی اور عملی ذمہ داری سے مربوط کیا جائے۔ ڈاکٹر سید محمد نقیب العطاس لکھتے ہیں:

> *"Education in Islam is the process of instilling adab in man, so that he recognizes and acknowledges the proper place of everything in the order of creation."* [5]
>
> ترجمہ: "اسلام میں تعلیم کا مقصد انسان کے اندر ادب (صحیح شعور و کردار) پیدا کرنا ہے، تاکہ وہ کائنات کی ہر چیز کے صحیح مقام اور اس کے حقیقی تعلق کو پہچان سکے۔"

ڈاکٹر سید محمد نقیب العطاس نے اسلامی فلسفۂ تعلیم کی نہایت جامع تعبیر پیش کی ہے۔ ان کے نزدیک تعلیم کا مقصد صرف ذہنی استعداد میں اضافہ یا پیشہ ورانہ مہارت پیدا کرنا نہیں بلکہ انسان کے اندر ایسا شعور، اخلاق اور ذمہ داری پیدا کرنا ہے جس کے ذریعے وہ اپنے خالق، اپنی ذات، معاشرے اور پوری کائنات کے ساتھ اپنے صحیح تعلق کو سمجھ سکے۔ یہی "ادب" دراصل اسلامی تعلیم کی روح ہے۔ موجودہ دور میں نوجوانوں کے تعلیمی بحران کی ایک بنیادی وجہ یہی ہے کہ تعلیم سے "ادب" اور کردار سازی کا عنصر بڑی حد تک خارج ہو چکا ہے، جس کے نتیجے میں علم تو بڑھ رہا ہے مگر برداشت، دیانت، عدل، خدمتِ خلق، احترامِ انسانیت اور احساسِ ذمہ داری جیسی اقدار کمزور ہوتی جا رہی ہیں۔ سیرتِ نبوی ﷺ اس تصور کی عملی تصویر پیش کرتی ہے، جہاں تعلیم کا ہر مرحلہ تزکیۂ نفس، اخلاقِ حسنہ، خدمتِ انسانیت اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے ساتھ مربوط تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ایسے نوجوان تیار کیے جو صرف علم میں ممتاز نہیں تھے بلکہ کردار، قیادت، دیانت، ایثار اور معاشرتی ذمہ داری میں بھی پوری انسانیت کے لیے نمونہ بن گئے۔ یہی نبوی منہج موجودہ تعلیمی بحران کا مؤثر حل پیش کرتا ہے، کیونکہ جب تعلیم علم، اخلاق اور کردار کو یکجا کرتی ہے تو وہ نہ صرف ایک کامیاب فرد بلکہ ایک صالح اور مفید معاشرہ بھی تشکیل دیتی ہے۔ اس بنا پر ضروری ہے کہ جدید تعلیمی نظام میں بھی علم کے ساتھ اخلاقی تربیت، فکری اعتدال، دینی شعور اور سماجی ذمہ داری کو بنیادی حیثیت دی جائے، تاکہ نوجوان نسل اپنی علمی صلاحیتوں کو مثبت اور تعمیری مقاصد کے لیے بروئے کار لا سکے۔

2۔ نصابی و تعلیمی ناہمواری

عصرِ حاضر میں نوجوان نسل کو درپیش اہم تعلیمی مسائل میں نصابی و تعلیمی ناہمواری ایک سنگین مسئلہ ہے۔ مختلف ممالک، حتیٰ کہ ایک ہی ملک کے اندر بھی تعلیمی نظام، نصاب، سہولیات اور تدریسی معیار میں نمایاں تفاوت پایا جاتا ہے۔ معاشی حیثیت، شہری و دیہی تقسیم، سرکاری و نجی تعلیمی اداروں کا فرق اور جدید وسائل تک غیر مساوی رسائی نے نوجوانوں کے لیے یکساں تعلیمی مواقع کو محدود کر دیا ہے۔ اس کے نتیجے میں باصلاحیت نوجوان بھی مناسب تعلیمی ماحول اور وسائل سے محروم رہ جاتے ہیں، جبکہ معاشرے میں طبقاتی تقسیم مزید گہری ہوتی چلی جاتی ہے۔ اسلام ہر انسان کو علم حاصل کرنے کا مساوی حق دیتا ہے اور تعلیم کو کسی مخصوص طبقے، نسل یا معاشی حیثیت تک محدود نہیں کرتا، بلکہ اسے انسان کی بنیادی ضرورت اور معاشرے کی اجتماعی ذمہ داری قرار دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿قُلۡ هَلۡ يَسۡتَوِي ٱلَّذِينَ يَعۡلَمُونَ وَٱلَّذِينَ لَا يَعۡلَمُونَ﴾[6]

ترجمہ: "کہہ دیجیے! کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہو سکتے ہیں؟"

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

یہ آیتِ مبارکہ علم کی عظمت اور اہلِ علم کی فضیلت کو واضح کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے علم کو انسان کی حقیقی برتری کا معیار قرار دیا ہے، نہ کہ مال، حسب و نسب یا معاشرتی مقام کو۔ اس سے یہ اصول بھی اخذ ہوتا ہے کہ ہر فرد کو علم حاصل کرنے کے مساوی مواقع فراہم کرنا معاشرے کی اہم ذمہ داری ہے۔ اگر تعلیم صرف مخصوص طبقے تک محدود ہو جائے یا معاشی و سماجی تفاوت کی بنیاد پر اس کی تقسیم ہو تو اس کے نتیجے میں عدلِ اجتماعی متاثر ہوتا ہے۔ موجودہ دور میں نصابی اور تعلیمی ناہمواری نوجوانوں کے اندر احساسِ محرومی، مایوسی اور عدمِ مساوات کو فروغ دے رہی ہے، جبکہ سیرتِ نبوی ﷺ ہمیں ایک ایسا تعلیمی نظام فراہم کرتی ہے جس میں ہر فرد کو اس کی صلاحیت کے مطابق سیکھنے اور آگے بڑھنے کا موقع فراہم کیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

»طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ.»[7]

ترجمہ: "علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔"

یہ حدیث اس حقیقت کو نمایاں کرتی ہے کہ اسلام میں تعلیم کسی خاص طبقے یا گروہ کا حق نہیں بلکہ ہر مسلمان کی بنیادی ذمہ داری اور حق ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے مسجدِ نبوی کو ایسا تعلیمی مرکز بنایا جہاں امیر و غریب، عرب و عجم، آزاد اور غلام سب یکساں طور پر علم حاصل کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے تعلیم کے حصول میں کسی نسلی، معاشرتی یا معاشی امتیاز کو قبول نہیں فرمایا۔ یہی مساوات اسلامی نظامِ تعلیم کی بنیادی خصوصیت ہے۔ موجودہ تعلیمی نظام اگر سیرتِ نبوی ﷺ کے اس اصول کو اپنالے تو تعلیمی ناہمواری، طبقاتی تقسیم اور مواقع کی غیر مساوی تقسیم جیسے مسائل میں نمایاں کمی لائی جاسکتی ہے۔ اس سے نوجوانوں کو یکساں تعلیمی مواقع میسر آئیں گے اور معاشرے میں علمی عدل، سماجی استحکام اور مثبت مسابقت کو فروغ حاصل ہو گا۔

العلامۃ ابن خلدونؒ *المقدمۃ* میں لکھتے ہیں:

»اعْلَمْ أَنَّ التَّعْلِيمَ مِنْ جُمْلَةِ الصَّنَائِعِ، وَإِنَّمَا يَكْمُلُ بِالتَّدَرُّجِ وَحُسْنِ التَّلْقِينِ.»[8]

ترجمہ: "جان لو کہ تعلیم بھی ایک فن ہے، اور اس کی تکمیل تدریج اور بہترین اندازِ تدریس سے ہوتی ہے۔"

علامہ ابن خلدونؒ نے اس اقتباس میں تعلیم کے ایک بنیادی اصول کی وضاحت کی ہے کہ کامیاب تعلیمی نظام وہی ہوتا ہے جس میں تدریج، مناسب نصاب، مؤثر تدریس اور طالب علم کی ذہنی استعداد کو ملحوظ رکھا جائے۔ ان کے نزدیک تعلیمی کامیابی محض نصاب کی کثرت یا معلومات کے انبار سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ اس کے لیے منظم تدریسی حکمتِ عملی اور طلبہ کی فکری نشوونما ضروری ہے۔ موجودہ دور میں نصابی و تعلیمی ناہمواری کی ایک بڑی وجہ بھی یہی ہے کہ مختلف اداروں میں نصاب، تدریسی معیار، سہولیات اور اساتذہ کی صلاحیت میں نمایاں فرق پایا جاتا ہے۔ اس کے نتیجے میں طلبہ کے تعلیمی نتائج اور عملی استعداد میں عدم توازن پیدا ہوتا ہے۔ سیرتِ نبوی ﷺ کا مطالعہ بتاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر فرد کی ذہنی سطح، عمر، حالات اور صلاحیت کے مطابق تعلیم دیتے تھے، جس سے ہر طالب علم اپنی استعداد کے مطابق علمی ترقی حاصل کرتا تھا۔ یہی اصول آج کے تعلیمی نظام میں بھی یکساں مواقع، معیاری نصاب اور مؤثر تدریس کی ضرورت کو اجاگر کرتا ہے۔

ڈاکٹر ایس۔ ایم۔ زمان (S. M. Zaman) لکھتے ہیں:

"Equal access to quality education is the foundation of social justice and sustainable development." [9]

ترجمہ: "معیاری تعلیم تک مساوی رسائی سماجی انصاف اور پائیدار ترقی کی بنیاد ہے۔"

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

یہ رائے اس حقیقت کی نشاندہی کرتی ہے کہ تعلیمی مساوات صرف ایک تعلیمی مسئلہ نہیں بلکہ معاشرتی انصاف، معاشی ترقی اور قومی استحکام کا بنیادی تقاضا بھی ہے۔ جب نوجوانوں کو بلاامتیاز معیاری تعلیم، یکساں نصاب اور یکساں تعلیمی مواقع فراہم کیے جاتے ہیں تو ان کی صلاحیتیں بہتر انداز میں سامنے آتی ہیں اور معاشرہ علمی و معاشی ترقی کی راہ پر گامزن ہوتا ہے۔ اس کے برعکس اگر تعلیمی وسائل صرف مخصوص طبقات تک محدود رہیں تو معاشرے میں احساسِ محرومی، طبقاتی تقسیم اور بے روزگاری جیسے مسائل مزید شدت اختیار کرتے ہیں۔ سیرتِ نبوی ﷺ سے یہ اصول واضح ہوتا ہے کہ تعلیم ہر فرد کا بنیادی حق ہے اور اسلامی معاشرہ اسی وقت مضبوط ہو سکتا ہے جب علم کے دروازے سب کے لیے یکساں طور پر کھلے ہوں۔ لہٰذا موجودہ دور میں نصابی اصلاحات، معیاری تدریس، اساتذہ کی تربیت اور تعلیمی مواقع میں مساوات کو قومی ترجیحات میں شامل کرنا ناگزیر ہے، تاکہ نوجوان نسل اپنی علمی صلاحیتوں کو بھرپور انداز میں بروئے کار لا سکے۔

ڈاکٹر سید علی اشرف (Syed Ali Ashraf) لکھتے ہیں:

> *"The aim of Islamic education is the balanced growth of the total personality of man through the training of the spirit, intellect, rational self, feelings and bodily senses."*[10]
>
> ترجمہ: "اسلامی تعلیم کا مقصد انسان کی پوری شخصیت کی متوازن نشوونما ہے، جس میں اس کی روح، عقل، فکر، جذبات اور جسمانی صلاحیتوں کی متوازن تربیت شامل ہو۔"

ڈاکٹر سید علی اشرف اسلامی نظامِ تعلیم کے اس بنیادی اصول کو نمایاں کرتے ہیں کہ تعلیم صرف معلومات کی منتقلی کا نام نہیں بلکہ ایک متوازن اور صالح شخصیت کی تعمیر کا عمل ہے۔ ان کے نزدیک ایسا نصاب ہی کامیاب تصور کیا جا سکتا ہے جو انسان کی ذہنی، روحانی، اخلاقی اور سماجی صلاحیتوں کو یکساں طور پر پروان چڑھائے۔ موجودہ دور میں نصابی و تعلیمی ناہمواری کا ایک بڑا سبب یہ بھی ہے کہ تعلیمی نظام شخصیت کی ہمہ جہت تربیت کے بجائے صرف امتحانات، ڈگریوں اور ملازمت کے حصول پر مرکوز ہو گیا ہے۔ اس کے نتیجے میں نوجوان علمی اسناد تو حاصل کر لیتے ہیں، لیکن اخلاقی استحکام، فکری پختگی، سماجی ذمہ داری اور قیادت کی صلاحیتوں میں مطلوبہ ترقی نہیں ہو پاتی۔ سیرتِ نبوی ﷺ کا تعلیمی منہج اس کے برعکس علم، کردار، عبادت، اخلاق، خدمتِ خلق اور عملی زندگی کے درمیان مکمل توازن قائم کرتا ہے۔ یہی جامع تصور نوجوانوں کی متوازن شخصیت کی تشکیل اور موجودہ تعلیمی بحران کے مؤثر حل کی بنیاد فراہم کرتا ہے۔

3۔ دینی و اخلاقی تربیت کا فقدان

موجودہ دور میں نوجوان نسل کو درپیش اہم تعلیمی مسائل میں دینی و اخلاقی تربیت کا فقدان نہایت سنگین حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ اگرچہ جدید تعلیمی ادارے سائنسی، فنی اور پیشہ ورانہ مہارتوں کی فراہمی میں نمایاں کردار ادا کر رہے ہیں، لیکن کردار سازی، اخلاقی تربیت، روحانی نشوونما اور دینی شعور کی آبیاری پر مطلوبہ توجہ نہیں دی جا رہی۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ بہت سے نوجوان علمی اسناد اور پیشہ ورانہ قابلیت رکھنے کے باوجود دیانت، امانت، احترامِ انسانیت، احساسِ ذمہ داری، صبر، برداشت اور اجتماعی شعور جیسی بنیادی اخلاقی اقدار سے محروم دکھائی دیتے ہیں۔ اخلاقی کمزوری، والدین سے دوری، اساتذہ کے احترام میں کمی، معاشرتی بے حسی، سوشل میڈیا کا غیر ذمہ دارانہ استعمال اور مادیت پرستی جیسے مسائل اسی خلا کی نمایاں صورتیں ہیں۔ سیرتِ نبوی ﷺ اس حوالے سے ایک ایسا جامع تعلیمی و تربیتی نظام پیش کرتی ہے جس میں علم اور اخلاق، تعلیم اور تربیت، عبادت اور کردار ایک دوسرے سے جدا نہیں بلکہ ایک دوسرے کی تکمیل کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

﴿هُوَ ٱلَّذِي بَعَثَ فِي ٱلۡأُمِّيِّـۧنَ رَسُولٗا مِّنۡهُمۡ يَتۡلُواْ عَلَيۡهِمۡ ءَايَٰتِهِۦ وَيُزَكِّيهِمۡ وَيُعَلِّمُهُمُ ٱلۡكِتَٰبَ وَٱلۡحِكۡمَةَ﴾[11]

ترجمہ: "وہی ہے جس نے ان پڑھ لوگوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا، جو ان پر اس کی آیات تلاوت کرتے ہیں، ان کا تزکیہ کرتے ہیں اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔"

یہ آیتِ مبارکہ اسلامی نظامِ تعلیم کے بنیادی اجزاء کو واضح کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ کے تعلیمی مشن میں تلاوتِ آیات، تزکیۂ نفس اور تعلیمِ کتاب و حکمت کو یکجا بیان فرمایا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں تعلیم کا مقصد صرف معلومات کی فراہمی نہیں بلکہ انسان کے عقیدے، اخلاق، کردار اور باطن کی اصلاح بھی ہے۔ موجودہ تعلیمی نظام میں اگر تزکیہ اور اخلاقی تربیت کو نظر انداز کر دیا جائے تو تعلیم اپنی اصل روح سے محروم ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج علمی ترقی کے باوجود معاشرے میں بدعنوانی، بے ایمانی، عدمِ برداشت اور اخلاقی بحران میں اضافہ دیکھنے میں آتا ہے۔ سیرتِ نبوی ﷺ اس بات کی روشن دلیل ہے کہ پائیدار تعلیمی اصلاح اسی وقت ممکن ہے جب علم کے ساتھ اخلاق اور تزکیۂ نفس کو بھی بنیادی حیثیت دی جائے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

»إِنَّ مِنْ خِيَارِكُمْ أَحْسَنَكُمْ أَخْلَاقًا.«[12]

ترجمہ: "تم میں سب سے بہتر وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں۔"

یہ حدیثِ مبارکہ واضح کرتی ہے کہ اسلام میں انسان کی فضیلت کا اصل معیار اس کا اخلاق اور کردار ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ہمیشہ نوجوانوں کی تربیت میں حسنِ اخلاق، سچائی، امانت، عفو و درگزر، احترامِ والدین، شفقت، عدل اور ذمہ داری جیسے اوصاف کو بنیادی اہمیت دی۔ آپ ﷺ کی تربیت ہی کا نتیجہ تھا کہ صحابۂ کرامؓ علم کے ساتھ بہترین کردار کے بھی حامل تھے۔ موجودہ دور میں نوجوانوں کی اخلاقی کمزوری کا مؤثر علاج یہی ہے کہ تعلیمی اداروں میں کردار سازی، دینی تربیت اور سیرتِ نبوی ﷺ کی عملی تعلیمات کو نصاب اور تربیتی سرگرمیوں کا مستقل حصہ بنایا جائے، تاکہ تعلیم انسان کو صرف کامیاب پیشہ ور ہی نہیں بلکہ ایک صالح، ذمہ دار اور بااخلاق شہری بھی بنائے۔

امام ابن جماعہؒ تذکرۃ السامع والمتکلم فی آدب العالم والمتعلم میں لکھتے ہیں:

»يَنْبَغِي لِلْمُتَعَلِّمِ أَنْ يُطَهِّرَ قَلْبَهُ مِنْ سُوءِ الْأَخْلَاقِ، فَإِنَّ الْعِلْمَ عِبَادَةُ الْقَلْبِ.«[13]

ترجمہ: "طالب علم کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے دل کو برے اخلاق سے پاک کرے، کیونکہ علم دل کی عبادت ہے۔"

امام بدر الدین ابن جماعہؒ نے اس اقتباس میں تعلیم اور اخلاق کے باہمی تعلق کو نہایت مؤثر انداز میں بیان کیا ہے۔ ان کے نزدیک علم کا حقیقی فائدہ اسی وقت حاصل ہوتا ہے جب طالب علم کا باطن حسد، تکبر، ریا، بغض اور دیگر اخلاقی برائیوں سے پاک ہو۔ اگر کردار کی اصلاح کے بغیر علم حاصل کیا جائے تو وہ نہ فرد کے لیے نفع بخش ثابت ہوتا ہے اور نہ معاشرے کے لیے۔ موجودہ دور میں نوجوانوں کے اخلاقی بحران کی ایک اہم وجہ یہی ہے کہ تعلیم کو اخلاقی تربیت سے جدا کر دیا گیا ہے۔ نتیجتاً علمی ترقی کے باوجود دیانت، امانت، احترام، تحمل، ایثار اور احساسِ ذمہ داری جیسی صفات کمزور پڑتی جا رہی ہیں۔ سیرتِ نبوی ﷺ اس حوالے سے بہترین نمونہ پیش کرتی ہے، جہاں تعلیم کا ہر مرحلہ تزکیۂ نفس، حسنِ اخلاق اور عملی کردار سازی کے ساتھ وابستہ تھا۔ آپ ﷺ نے نوجوانوں کی ایسی نسل تیار کی جو علم میں بھی ممتاز تھی اور کردار و اخلاق میں بھی پوری انسانیت کے لیے مثال بن گئی۔ اس لیے موجودہ تعلیمی اداروں میں اخلاقی تربیت، سیرتِ نبوی ﷺ کے مطالعے، عملی کردار سازی اور مثبت سماجی رویوں کو باقاعدہ تعلیمی عمل کا حصہ بنایا جانا چاہیے، تاکہ نوجوان علمی کامیابی کے ساتھ اخلاقی عظمت بھی حاصل کر سکیں۔

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

پروفیسر عثمان بکر (Osman Bakar) لکھتے ہیں:

"Character formation is the central objective of Islamic education, for knowledge without moral discipline cannot produce a balanced human personality."[14]

ترجمہ: "اسلامی تعلیم کا بنیادی مقصد کردار سازی ہے، کیونکہ اخلاقی نظم و ضبط کے بغیر علم ایک متوازن شخصیت تشکیل نہیں دے سکتا۔"

پروفیسر عثمان بکر کا یہ تجزیہ اسلامی فلسفۂ تعلیم کی حقیقی روح کو واضح کرتا ہے۔ ان کے نزدیک علم اور اخلاق ایک دوسرے سے جدا نہیں کیے جا سکتے، کیونکہ اخلاق سے محروم علم معاشرے میں خیر کے بجائے فساد کا ذریعہ بھی بن سکتا ہے۔ موجودہ تعلیمی نظام میں اگر کردار سازی، اخلاقی تربیت اور روحانی نشوونما کو مساوی اہمیت دی جائے تو نوجوان نہ صرف علمی میدان میں کامیاب ہوں گے بلکہ معاشرتی قیادت، قومی خدمت اور انسانی فلاح کے لیے بھی مؤثر کردار ادا کر سکیں گے۔ سیرتِ نبوی ﷺ کا تعلیمی ماڈل اسی جامع تصور کی عملی تعبیر پیش کرتا ہے، جہاں تعلیم کا ہر مرحلہ انسان کو اللہ تعالیٰ سے جوڑنے، اخلاق کو سنوارنے، معاشرے کی خدمت کے جذبے کو بیدار کرنے اور ذمہ دار شہری بنانے کے لیے وقف تھا۔ یہی نبوی منہج عصرِ حاضر کے اخلاقی بحران سے نکلنے کا سب سے مؤثر اور دیرپا حل فراہم کرتا ہے۔

ڈاکٹر طٰہٰ جابر العلوانی لکھتے ہیں:

"The educational crisis of the Muslim Ummah is, in essence, a crisis of values before it is a crisis of knowledge."[15]

ترجمہ: "مسلم امت کا تعلیمی بحران درحقیقت علم سے پہلے اقدار کا بحران ہے۔"

ڈاکٹر طٰہٰ جابر العلوانی نے اس اقتباس میں عصرِ حاضر کے تعلیمی بحران کی بنیادی وجہ کی نشاندہی کی ہے۔ ان کے نزدیک موجودہ مسئلہ علم کی قلت نہیں بلکہ اخلاقی و فکری اقدار کی کمزوری ہے۔ آج نوجوان جدید علوم، معلومات اور ٹیکنالوجی تک غیر معمولی رسائی رکھتے ہیں، مگر ان کے اندر دیانت، امانت، ذمہ داری، اعتدال، برداشت، ایثار اور اجتماعی شعور جیسی اسلامی اقدار اسی تناسب سے پروان نہیں چڑھ رہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ تعلیم یافتہ افراد بھی بعض اوقات معاشرتی بے حسی، بدعنوانی، عدمِ برداشت اور فکری انتشار کا شکار ہو جاتے ہیں۔ سیرتِ نبوی ﷺ اس مسئلے کا بنیادی حل پیش کرتی ہے، کیونکہ آپ ﷺ نے تعلیم کو ہمیشہ تزکیۂ نفس، اخلاقی تربیت اور کردار سازی کے ساتھ جوڑا۔ آپ ﷺ کی تربیت کا نتیجہ یہ تھا کہ صحابۂ کرامؓ صرف علمی اعتبار سے ممتاز نہیں تھے بلکہ دیانت، عدل، رحم، امانت، صبر اور خدمتِ خلق میں بھی پوری انسانیت کے لیے نمونہ بن گئے۔ موجودہ تعلیمی اداروں کو بھی اسی نبوی منہج کو اپنانا چاہیے، تاکہ نوجوان نسل کے اندر علم کے ساتھ صالح فکر، مضبوط کردار اور اعلیٰ اخلاق بھی پیدا ہوں۔ یہی وہ جامع تعلیمی ماڈل ہے جو نوجوانوں کو انفرادی کامیابی کے ساتھ اجتماعی فلاح اور قومی ترقی کا مؤثر ذریعہ بنا سکتا ہے۔

4۔ سیرتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں تعلیمی اصلاحات

نوجوان نسل کو درپیش تعلیمی مسائل کا مؤثر اور دیرپا حل سیرتِ نبوی ﷺ کے جامع نظامِ تعلیم و تربیت میں موجود ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایسا تعلیمی ماڈل پیش فرمایا جس میں علم، عمل، اخلاق، تزکیۂ نفس، حکمت، عدل، ذمہ داری اور خدمتِ خلق کو یکجا کیا گیا۔ آپ ﷺ کا مقصد صرف تعلیم یافتہ افراد تیار کرنا نہیں تھا بلکہ ایسی صالح، باکردار اور باصلاحیت نسل کی تشکیل تھا جو اپنے رب سے مضبوط تعلق رکھنے کے ساتھ

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

معاشرے کی اصلاح میں بھی فعال کردار ادا کرے۔ عصرِ حاضر میں جب تعلیمی نظام مختلف فکری، اخلاقی اور عملی بحرانوں کا شکار ہے تو سیرتِ نبوی ﷺ ایک ایسا متوازن اور ہمہ گیر نمونہ فراہم کرتی ہے جو نوجوانوں کی شخصیت کو ہر پہلو سے نکھار سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿لَّقَدۡ كَانَ لَكُمۡ فِي رَسُولِ ٱللَّهِ أُسۡوَةٌ حَسَنَةٞ لِّمَن كَانَ يَرۡجُواْ ٱللَّهَ وَٱلۡيَوۡمَ ٱلۡأٓخِرَ وَذَكَرَ ٱللَّهَ كَثِيرٗا﴾[16]

ترجمہ: "یقیناً تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں بہترین نمونہ موجود ہے، اس شخص کے لیے جو اللہ اور یومِ آخرت کی امید رکھتا ہو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرتا ہو۔"

یہ آیتِ مبارکہ واضح کرتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی پوری زندگی امت کے لیے عملی نمونہ ہے۔ تعلیمی میدان میں بھی آپ ﷺ نے ایسا متوازن نظام قائم فرمایا جس میں تعلیم کو ایمان، اخلاق، حکمت، برداشت، تحقیق، مشاورت اور عملی تربیت کے ساتھ مربوط کیا گیا۔ آپ ﷺ نے نوجوانوں کی ذہنی استعداد، نفسیاتی کیفیت اور انفرادی صلاحیتوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے تعلیم و تربیت کا ایسا منہج اختیار کیا جس سے ہر فرد اپنی بہترین صلاحیتوں کے مطابق ترقی کر سکا۔ یہی نبوی اسوہ موجودہ تعلیمی نظام کے لیے بھی رہنمائی فراہم کرتا ہے کہ تعلیم کو صرف امتحانات اور اسناد تک محدود نہ رکھا جائے بلکہ اسے شخصیت سازی، اخلاقی تعمیر اور معاشرتی خدمت کے ساتھ مربوط کیا جائے۔

امام ابن القیمؒ مفتاح دار السعادۃ میں لکھتے ہیں:

»أَصْلُ الْعِلْمِ النَّافِعِ مَا جَاءَ بِهِ الرَّسُولُ ﷺ، وَأَصْلُ الْعَمَلِ الصَّالِحِ اتِّبَاعُهُ«. [17]

ترجمہ: "نفع بخش علم کی اصل وہ ہے جو رسول اللہ ﷺ لے کر آئے، اور نیک عمل کی بنیاد آپ ﷺ کی اتباع ہے۔"

امام ابن القیمؒ کے نزدیک تعلیم کی کامیابی اسی وقت ممکن ہے جب اس کی بنیاد وحیِ الٰہی اور سنتِ نبوی ﷺ پر استوار ہو۔ ان کا یہ اصول واضح کرتا ہے کہ ایسا علم ہی انسان اور معاشرے کے لیے مفید ثابت ہوتا ہے جو کردار سازی، اللہ تعالیٰ کی معرفت اور انسانی بھلائی کا ذریعہ بنے۔ موجودہ تعلیمی اصلاحات میں بھی اس اصول کو بنیاد بنایا جانا چاہیے کہ نصاب، تدریس اور تربیت کے تمام مراحل میں علم کے ساتھ اخلاق، دیانت، ذمہ داری، تحقیق اور خدمتِ خلق کو شامل کیا جائے۔ یہی جامع تصور نوجوانوں کی فکری اور عملی صلاحیتوں کو مثبت سمت عطا کر سکتا ہے۔

ڈاکٹر محمد عبد اللہ دراز لکھتے ہیں:

"Islamic education seeks to produce a personality in which faith, knowledge, morality and social responsibility exist in complete harmony."[18]

ترجمہ: "اسلامی تعلیم ایسی شخصیت تشکیل دینا چاہتی ہے جس میں ایمان، علم، اخلاق اور معاشرتی ذمہ داری مکمل ہم آہنگی کے ساتھ موجود ہوں۔"

ڈاکٹر محمد عبد اللہ دراز کی یہ رائے سیرتِ نبوی ﷺ کے تعلیمی فلسفے کی بہترین عکاسی کرتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے تعلیم کو انسان کی ہمہ جہت تعمیر کا ذریعہ بنایا، جہاں ایمان عقل کی رہنمائی کرتا ہے، علم کردار کو سنوارتا ہے، اخلاق معاشرے کو مضبوط بناتے ہیں اور احساسِ ذمہ داری قوم کی ترقی کا سبب بنتا ہے۔ اگر موجودہ تعلیمی نظام میں نبوی تعلیمات کی روشنی میں نصابی اصلاحات، کردار سازی، اساتذہ کی تربیت، تحقیقی ذوق، عملی مہارت اور اخلاقی تعلیم کو یکجا کر دیا جائے تو نوجوان نسل نہ صرف تعلیمی بحران سے نکل سکتی ہے بلکہ ایک مضبوط، باکردار، باصلاحیت اور ترقی یافتہ اسلامی معاشرے کی تشکیل میں بھی مؤثر کردار ادا کر سکتی ہے۔

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

مبحث دوم: نوجوان نسل کے معاصر معاشرتی مسائل

تعلیم کے بعد نوجوان نسل کی شخصیت سازی میں معاشرتی ماحول بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔ اگر معاشرہ اخلاقی، خاندانی اور سماجی اعتبار سے مضبوط ہو تو نوجوان مثبت طرزِ فکر، متوازن شخصیت اور ذمہ دارانہ رویوں کے حامل بنتے ہیں، لیکن اگر معاشرتی نظام فکری انتشار، اخلاقی انحطاط، خاندانی کمزوری اور ثقافتی یلغار کا شکار ہو تو اس کے منفی اثرات سب سے زیادہ نوجوان نسل پر مرتب ہوتے ہیں۔ عصرِ حاضر میں سوشل میڈیا، مادہ پرستی، انفرادی طرزِ زندگی، خاندانی نظام کی کمزوری، ثقافتی تغیر، غیر اخلاقی رجحانات اور ذہنی دباؤ نے نوجوانوں کی معاشرتی زندگی کو شدید متاثر کیا ہے۔ اس کے نتیجے میں برداشت، احترام، اخوت، ذمہ داری، ایثار اور سماجی وابستگی جیسی اقدار کمزور ہوتی جا رہی ہیں۔ سیرتِ نبوی ﷺ ان تمام مسائل کے حل کے لیے ایک ایسا جامع معاشرتی نظام پیش کرتی ہے جس کی بنیاد اخوت، محبت، عدل، حسنِ اخلاق، احترامِ انسانیت اور باہمی تعاون پر قائم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مدینہ منورہ میں رسول اللہ ﷺ نے ایک ایسا مثالی معاشرہ تشکیل دیا جس میں نوجوان نہ صرف اخلاقی اعتبار سے مضبوط تھے بلکہ سماجی ذمہ داری اور اجتماعی فلاح کے جذبے سے بھی سرشار تھے۔

1۔ اخلاقی زوال اور کردار سازی کا بحران

اخلاقی کردار کسی بھی معاشرے کی بقا، استحکام اور ترقی کا بنیادی ستون ہوتا ہے، جبکہ نوجوان نسل اس کردار کی عملی نمائندہ سمجھی جاتی ہے۔ عصرِ حاضر میں نوجوانوں کو جن معاشرتی مسائل کا سامنا ہے ان میں اخلاقی زوال اور کردار سازی کا بحران سب سے نمایاں ہے۔ جدید ذرائع ابلاغ، سوشل میڈیا، مادہ پرستی، مغربی تہذیبی اثرات، خاندانی نظام کی کمزوری، دینی تربیت سے دوری اور منفی رول ماڈلز نے نوجوانوں کے اخلاقی رویوں پر گہرے اثرات مرتب کیے ہیں۔ اس کے نتیجے میں سچائی، دیانت، عفت، احترامِ والدین، اساتذہ کا ادب، برداشت، صبر، احساسِ ذمہ داری اور اجتماعی مفاد جیسی اسلامی اقدار کمزور ہوتی جا رہی ہیں۔ یہی اخلاقی بحران آگے چل کر بدعنوانی، تشدد، منشیات، جرائم، نفسیاتی بے چینی اور سماجی انتشار کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ سیرتِ نبوی ﷺ اس صورتحال میں کردار سازی کا ایسا جامع اور عملی نمونہ پیش کرتی ہے جس کی بنیاد ایمان، تقویٰ، حسنِ اخلاق اور خدمتِ انسانیت پر قائم ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ﴾[19]

ترجمہ: "اور بے شک آپ ﷺ عظیم اخلاق کے بلند مرتبے پر فائز ہیں۔"

یہ آیتِ مبارکہ رسول اللہ ﷺ کے اخلاقِ کریمہ کی عظمت کو بیان کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خود اپنے محبوب ﷺ کے اخلاق کو عظیم قرار دے کر امت کو یہ پیغام دیا کہ اسلامی معاشرے کی حقیقی تعمیر اخلاقی بنیادوں پر ہی ممکن ہے۔ سیرتِ نبوی ﷺ کا مطالعہ بتاتا ہے کہ آپ ﷺ نے نوجوانوں کی تعلیم و تربیت میں حسنِ اخلاق کو بنیادی حیثیت دی۔ آپ ﷺ نے نرم خوئی، عفو و درگزر، سچائی، امانت، دیانت، حیا، صبر اور حسنِ معاشرت کو عملی زندگی کا حصہ بنایا۔ موجودہ دور میں نوجوانوں کے اخلاقی بحران کا مؤثر علاج بھی یہی ہے کہ انہیں سیرتِ نبوی ﷺ کی عملی تعلیمات سے جوڑا جائے، تاکہ ان کی شخصیت علم کے ساتھ اخلاق اور کردار سے بھی آراستہ ہو۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

»أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا.«[20]

ترجمہ: "ایمان والوں میں کامل ترین ایمان والا وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں۔"

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

اس حدیثِ مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ نے ایمان کی تکمیل کو حسنِ اخلاق کے ساتھ وابستہ فرمایا ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام میں عبادات اور عقائد کے ساتھ اخلاقی کردار کو بھی بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ نوجوان اگر حسنِ اخلاق کو اپنی شخصیت کا حصہ بنالیں تو نہ صرف ان کی انفرادی زندگی سنور سکتی ہے بلکہ پورا معاشرہ امن، احترام اور باہمی اعتماد کی فضا سے آراستہ ہو سکتا ہے۔ موجودہ معاشرتی مسائل کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ کردار سازی کو تعلیمی اور خاندانی نظام میں ثانوی حیثیت دے دی گئی ہے، جبکہ سیرتِ نبوی ﷺ ہمیں بتاتی ہے کہ اخلاق ہی وہ بنیاد ہے جس پر ایک مضبوط، پرامن اور باوقار معاشرہ تعمیر ہوتا ہے۔

امام ابن مفلحؒ *الآداب الشرعیۃ* میں لکھتے ہیں:

»وَحُسْنُ الْخُلُقِ يَجْمَعُ خِصَالَ الْخَيْرِ كُلَّهَا، وَسُوءُ الْخُلُقِ يَجْمَعُ خِصَالَ الشَّرِّ كُلَّهَا.»[21]

ترجمہ: "حسنِ اخلاق تمام بھلائیوں کو اپنے اندر سمیٹ لیتا ہے، جبکہ بد اخلاقی تمام برائیوں کا مجموعہ ہے۔"

امام ابن مفلحؒ نے اس اقتباس میں اخلاق کی ہمہ گیر اہمیت کو نہایت جامع انداز میں بیان کیا ہے۔ ان کے مطابق انسانی شخصیت کی اصل خوبصورتی اس کے اخلاق میں مضمر ہے، کیونکہ حسنِ اخلاق انسان کے اندر رحم، انصاف، دیانت، بردباری، عفو و درگزر، خوش اخلاقی اور خیر خواہی جیسی صفات کو فروغ دیتا ہے، جبکہ بد اخلاقی حسد، تکبر، نفرت، ظلم اور معاشرتی انتشار کا سبب بنتی ہے۔ عصرِ حاضر میں نوجوان نسل جن اخلاقی بحرانوں کا شکار ہے، ان میں غصہ، عدم برداشت، بدزبانی، والدین و اساتذہ کے احترام میں کمی، سوشل میڈیا پر غیر ذمہ دارانہ رویے اور خود غرضی نمایاں ہیں۔ ان مسائل کی بنیادی وجہ اخلاقی تربیت سے دوری ہے۔ سیرتِ نبوی ﷺ اس حوالے سے بہترین نمونہ فراہم کرتی ہے، جہاں رسول اللہ ﷺ نے کردار سازی کو دعوتِ اسلام کا بنیادی جزو بنایا اور نوجوانوں کی ایسی نسل تیار کی جس کی شناخت علم سے پہلے اخلاق تھا۔ اس لیے موجودہ معاشرے میں اخلاقی اصلاح کی ہر تحریک کو سیرتِ نبوی ﷺ کے اسی تربیتی منہج کو بنیاد بنانا چاہیے۔

Journal of Moral Education میں شائع ہونے والی ایک تحقیق میں یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے:

"Moral education during adolescence plays a decisive role in shaping responsible citizenship, social cohesion, and ethical decision-making."[22]

ترجمہ: "نوجوانی کے دور میں اخلاقی تعلیم ذمہ دار شہری، سماجی ہم آہنگی اور اخلاقی فیصلہ سازی کی تشکیل میں فیصلہ کن کردار ادا کرتی ہے۔"

اس تحقیقی مطالعے سے واضح ہوتا ہے کہ نوجوانی وہ مرحلہ ہے جس میں اخلاقی اقدار انسان کی مستقل شخصیت کا حصہ بنتی ہیں۔ اگر اس عمر میں نوجوانوں کو مثبت تربیت، مضبوط اخلاقی رہنمائی اور عملی نمونے میسر آئیں تو وہ مستقبل میں ذمہ دار شہری، باکردار قائد اور مفید معاشرتی فرد بن کر ابھرتے ہیں۔ اس کے برعکس اگر یہی مرحلہ اخلاقی غفلت، منفی میڈیا، غیر معیاری ماحول اور تربیتی خلا کے ساتھ گزرے تو اس کے اثرات پوری زندگی پر مرتب ہوتے ہیں۔ یہی حقیقت سیرتِ نبوی ﷺ میں بھی نمایاں نظر آتی ہے، جہاں رسول اللہ ﷺ نے نوجوان صحابۂ کرامؓ کی اخلاقی، فکری اور روحانی تربیت کو خصوصی اہمیت دی۔ آپ ﷺ نے محض نصیحت پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ اپنے عملی نمونے کے ذریعے ایسی نسل تیار کی جو عدل، امانت، خدمتِ خلق، ایثار، تحمل اور حسنِ معاشرت میں پوری دنیا کے لیے مثال بن گئی۔ یہی نبوی تربیتی ماڈل موجودہ معاشرتی بحران سے نکلنے کا سب سے مؤثر اور پائیدار حل فراہم کرتا ہے۔ ڈاکٹر محمد عبد اللہ دراز دستور *الأخلاق في القرآن* میں لکھتے ہیں:

»إنَّ الأخلاقَ في الإسلامِ ليستْ فضائلَ فرديَّةً فحسب، بل هي أساسُ بناءِ المجتمعِ واستقرارِه.»[23]

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

ترجمہ: "اسلام میں اخلاق صرف انفرادی خوبیاں نہیں بلکہ معاشرے کی تعمیر اور اس کے استحکام کی بنیادی اساس ہیں۔"

ڈاکٹر محمد عبداللہ دراز نے اس اقتباس میں اسلامی اخلاقیات کی اجتماعی اہمیت کو اجاگر کیا ہے۔ ان کے نزدیک اخلاق کا تعلق صرف فرد کی نجی زندگی سے نہیں بلکہ پورے معاشرے کے نظم، امن، اعتماد اور استحکام سے ہے۔ جب نوجوانوں میں سچائی، امانت، عدل، ایثار، احترامِ انسانیت اور احساسِ ذمہ داری جیسی صفات پیدا ہوتی ہیں تو ان کے اثرات خاندان، تعلیمی اداروں، معاشرت اور ریاست تک پہنچتے ہیں۔ اس کے برعکس اخلاقی زوال صرف ایک فرد کا مسئلہ نہیں رہتا بلکہ معاشرتی بداعتمادی، جرائم، بدعنوانی، خاندانی انتشار اور سماجی بے سکونی کو جنم دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سیرتِ نبوی ﷺ میں اخلاقی تربیت کو معاشرتی اصلاح کا بنیادی ذریعہ قرار دیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے نوجوانوں کو پہلے اچھا انسان بنایا، پھر انہیں معاشرے کی قیادت اور اصلاح کی ذمہ داریاں سونپیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پائیدار معاشرتی تبدیلی کا آغاز اخلاقی اصلاح سے ہوتا ہے، اور یہی اصول آج کے نوجوانوں کی فکری و معاشرتی تعمیر کے لیے بھی بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔

اس تجزیے سے واضح ہوتا ہے کہ نوجوانوں میں اخلاقی زوال کا مسئلہ صرف نصیحتوں سے حل نہیں ہو سکتا بلکہ اس کے لیے ایک جامع تربیتی نظام، صالح خاندانی ماحول، باکردار اساتذہ، مثبت تعلیمی سرگرمیوں اور سیرتِ نبوی ﷺ پر مبنی عملی تربیت کی ضرورت ہے۔ جب تعلیم، خاندان، مسجد، میڈیا اور معاشرہ مشترکہ طور پر نوجوانوں کی کردار سازی میں اپنا کردار ادا کریں گے تو ایک ایسی نسل پروان چڑھے گی جو علم، اخلاق، دیانت، اعتدال اور خدمتِ خلق کا عملی نمونہ ہو گی۔ یہی وہ نبوی منہج ہے جو عصرِ حاضر کے اخلاقی بحران کا دیرپا اور مؤثر حل پیش کرتا ہے۔

2۔ خاندانی نظام اور سماجی تعلقات کی کمزوری

خاندان انسانی معاشرے کی پہلی درسگاہ اور نوجوان کی شخصیت سازی کا بنیادی ادارہ ہے۔ والدین، بہن بھائی اور دیگر قریبی رشتہ دار ہی بچے کی فکری، اخلاقی، جذباتی اور سماجی تربیت کی بنیاد رکھتے ہیں۔ عصرِ حاضر میں خاندانی نظام کو متعدد چیلنجز درپیش ہیں، جن میں مصروف طرزِ زندگی، معاشی دباؤ، طلاق کی بڑھتی ہوئی شرح، والدین اور اولاد کے درمیان کمزور روابط، سوشل میڈیا کا غیر متوازن استعمال اور انفرادیت پسند سوچ نمایاں ہیں۔ ان عوامل کے باعث نوجوانوں میں تنہائی، نفسیاتی دباؤ، عدمِ تحفظ، والدین سے دوری اور معاشرتی بے اعتمادی جیسے مسائل جنم لے رہے ہیں۔ جب خاندانی تعلقات کمزور ہوتے ہیں تو اس کے اثرات نوجوان کی شخصیت، تعلیم، کردار اور معاشرتی رویوں پر بھی نمایاں طور پر مرتب ہوتے ہیں۔ سیرتِ نبوی ﷺ اس حوالے سے ایسا متوازن خاندانی نظام پیش کرتی ہے جس کی بنیاد محبت، احترام، مشاورت، حسنِ سلوک، صلہ رحمی اور باہمی ذمہ داری پر قائم ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوٓاْ إِلَّآ إِيَّاهُ وَبِٱلْوَٰلِدَيْنِ إِحْسَٰنًا﴾[24]

ترجمہ: "اور آپ کے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرو۔"

یہ آیتِ مبارکہ خاندانی نظام کی مضبوطی کے لیے والدین کے احترام اور حسنِ سلوک کو بنیادی حیثیت دیتی ہے۔ قرآنِ مجید نے توحید کے فوراً بعد والدین کے حقوق کا ذکر کر کے اس حقیقت کو واضح کیا ہے کہ مضبوط خاندان ہی مضبوط معاشرے کی بنیاد بنتا ہے۔ موجودہ دور میں نوجوانوں کے متعدد معاشرتی مسائل اس وجہ سے پیدا ہو رہے ہیں کہ والدین اور اولاد کے درمیان اعتماد، محبت، گفتگو اور تربیتی تعلق کمزور ہوتا جا رہا ہے۔ سیرتِ نبوی ﷺ سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیشہ خاندان کے ہر فرد کے ساتھ شفقت، محبت، احترام اور حسنِ معاشرت کا عملی نمونہ پیش فرمایا، جس کے نتیجے میں خاندان معاشرتی استحکام کا سب سے مضبوط ادارہ بن کر سامنے آیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

»لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيرَنَا وَيُوَقِّرْ كَبِيرَنَا.»[25]

ترجمہ: "وہ ہم میں سے نہیں جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کا احترام نہ کرے۔"

یہ حدیثِ مبارکہ اسلامی معاشرت کی بنیادی اخلاقی اقدار کو واضح کرتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے خاندان اور معاشرے کے ہر فرد کے حقوق کا تعین کرتے ہوئے شفقت، احترام اور حسنِ معاشرت کو لازمی قرار دیا۔ جب نوجوان اپنے بڑوں کا احترام کرتے ہیں اور بڑے نوجوانوں کے ساتھ محبت، اعتماد اور رہنمائی کا رویہ اختیار کرتے ہیں تو خاندان میں مضبوط تعلقات پیدا ہوتے ہیں۔ اس کے برعکس احترام، محبت اور باہمی اعتماد کے فقدان سے خاندانی نظام کمزور پڑ جاتا ہے اور نوجوان مختلف نفسیاتی، اخلاقی اور سماجی مسائل کا شکار ہو جاتے ہیں۔ سیرتِ نبوی ﷺ کا خاندانی نمونہ اس حوالے سے آج بھی کامل رہنمائی فراہم کرتا ہے، کیونکہ آپ ﷺ نے اپنے عمل سے خاندان کو محبت، تربیت، ذمہ داری اور باہمی تعاون کا مرکز بنایا۔ امام ابن حزمؒ *الأخلاق والسیر فی مداواۃ النفوس* میں لکھتے ہیں:

»مَنْ أَصْلَحَ أَخْلَاقَهُ وَصَلَحَتْ مُعَامَلَتُهُ لِأَهْلِهِ، صَلُحَتْ مُعَامَلَتُهُ لِلنَّاسِ كُلِّهِمْ.»[26]

ترجمہ: "جو شخص اپنے اخلاق کی اصلاح کرتا ہے اور اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ حسنِ سلوک اختیار کرتا ہے، اس کا لوگوں کے ساتھ برتاؤ بھی درست ہو جاتا ہے۔"

امام ابن حزمؒ نے اس اقتباس میں خاندانی تعلقات اور معاشرتی اصلاح کے درمیان گہرے ربط کو واضح کیا ہے۔ ان کے نزدیک معاشرے کی اصلاح کا آغاز خاندان سے ہوتا ہے، کیونکہ انسان کی پہلی عملی تربیت گھر ہی میں ہوتی ہے۔ اگر والدین اولاد کے ساتھ محبت، عدل، شفقت اور حسنِ اخلاق کا معاملہ کریں اور اولاد بھی احترام، اطاعت اور حسنِ سلوک کو اختیار کرے تو یہی رویے آگے چل کر پورے معاشرے میں منتقل ہوتے ہیں۔ موجودہ دور میں نوجوانوں کی معاشرتی بے چینی، عدمِ برداشت اور تعلقات میں سرد مہری کی ایک بڑی وجہ خاندانی روابط کی کمزوری ہے۔ سیرتِ نبوی ﷺ اس حوالے سے بہترین نمونہ پیش کرتی ہے، جہاں خاندان کے ہر فرد کے حقوق کی حفاظت، باہمی محبت، خیر خواہی اور ذمہ داری کو بنیادی اہمیت دی گئی۔ یہی خاندانی استحکام نوجوانوں کی متوازن شخصیت اور پرامن معاشرے کی تشکیل کا بنیادی ذریعہ ہے۔

Journal of Family Studies میں شائع ہونے والی ایک تحقیقی تحقیق میں یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے:

"Strong family relationships significantly enhance young people's emotional well-being, social responsibility, and resilience against social problems."[27]

ترجمہ: "مضبوط خاندانی تعلقات نوجوانوں کی جذباتی صحت، سماجی ذمہ داری اور معاشرتی مسائل کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت میں نمایاں اضافہ کرتے ہیں۔"

اس جدید تحقیقی مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ خاندانی استحکام صرف نجی زندگی کا مسئلہ نہیں بلکہ نوجوانوں کی شخصیت، ذہنی صحت اور سماجی کردار کی تشکیل میں بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ جن نوجوانوں کو محبت، اعتماد، رہنمائی اور مثبت خاندانی ماحول میسر آتا ہے، وہ تعلیم، معاشرت اور عملی زندگی میں نسبتاً زیادہ کامیاب ثابت ہوتے ہیں۔ اس کے برعکس ٹوٹے ہوئے خاندانی تعلقات، والدین کی عدم توجہی اور جذباتی خلا نوجوانوں کو اضطراب، تنہائی، منفی صحبت اور غیر متوازن رویوں کی طرف دھکیل دیتے ہیں۔ سیرتِ نبوی ﷺ میں خاندانی نظام کو مضبوط بنانے کے لیے صلہ رحمی، حسنِ معاشرت، مشاورت، باہمی احترام اور محبت کو بنیادی اصول قرار دیا گیا۔ اگر آج کے معاشرے میں ان نبوی اصولوں کو خاندانی زندگی کا حصہ بنا لیا جائے تو نوجوانوں کے بہت سے معاشرتی اور نفسیاتی مسائل خود بخود کم ہو سکتے ہیں اور ایک متوازن، پُرامن اور مضبوط معاشرہ وجود میں آ سکتا ہے۔ ڈاکٹر طارق رمضان لکھتے ہیں:

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

"The family remains the first school of ethics, responsibility, and social engagement; when it weakens, society inevitably bears the consequences."[28]

ترجمہ: "خاندان اخلاق، ذمہ داری اور سماجی شعور کی پہلی درسگاہ ہے، اور جب یہ کمزور ہو جاتا ہے تو اس کے نتائج پورا معاشرہ بھگتتا ہے۔"

ڈاکٹر طارق رمضان نے اس اقتباس میں جدید معاشروں میں خاندانی نظام کی مرکزی اہمیت کو نمایاں کیا ہے۔ ان کے نزدیک نوجوان کی شخصیت، اس کے اخلاق، سماجی رویوں اور ذمہ داری کے احساس کی تشکیل سب سے پہلے خاندان میں ہوتی ہے۔ اگر گھر کا ماحول محبت، اعتماد، باہمی احترام اور دینی اقدار سے مزین ہو تو نوجوان خود اعتمادی، اعتدال اور مثبت طرزِ فکر کے ساتھ معاشرے میں اپنا کردار ادا کرتا ہے، لیکن اگر خاندان ٹوٹ پھوٹ، بے اعتمادی اور تربیتی غفلت کا شکار ہو جائے تو نوجوان فکری انتشار، نفسیاتی دباؤ اور سماجی بے راہ روی کی طرف مائل ہو سکتا ہے۔ سیرتِ نبوی ﷺ اس حقیقت کی عملی تفسیر پیش کرتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے گھر کو محبت، مشاورت، رحمت اور حسنِ اخلاق کا مرکز بنایا۔ آپ ﷺ نے بچوں سے شفقت، خواتین کے حقوق، والدین کے احترام اور صلہ رحمی کو خاندانی زندگی کی بنیاد قرار دیا۔ یہی نبوی اصول آج بھی نوجوان نسل کو مضبوط خاندانی تعلقات، متوازن شخصیت اور صحت مند معاشرتی زندگی عطا کرنے کی بہترین ضمانت فراہم کرتے ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ جدید معاشرے میں خاندانی ادارے کو مضبوط بنانے کے لیے والدین کی تربیت، نوجوانوں کی اخلاقی رہنمائی، باہمی مکالمے اور سیرتِ نبوی ﷺ پر مبنی خاندانی اقدار کو فروغ دیا جائے، کیونکہ مضبوط خاندان ہی ایک مضبوط، پرامن اور ترقی یافتہ معاشرے کی حقیقی بنیاد ہے۔

3۔ سوشل میڈیا اور فکری و ثقافتی چیلنجز

اکیسویں صدی میں سوشل میڈیا نوجوان نسل کی زندگی کا ایک لازمی حصہ بن چکا ہے۔ فیس بک، ایکس (Twitter)، انسٹاگرام، یوٹیوب، ٹک ٹاک اور دیگر ڈیجیٹل پلیٹ فارمز نے معلومات، تعلیم، ابلاغ اور باہمی رابطوں کے نئے مواقع پیدا کیے ہیں، تاہم ان کے بے اعتدال اور غیر ذمہ دارانہ استعمال نے نوجوانوں کو متعدد فکری، اخلاقی اور ثقافتی چیلنجز سے بھی دوچار کر دیا ہے۔ جھوٹی معلومات، بے مقصد تفریح، غیر اخلاقی مواد، وقت کا ضیاع، فکری انتشار، تہذیبی یلغار، مذہبی شکوک، آن لائن نشہ (Digital Addiction) اور شخصیت کی مصنوعی نمائش جیسے رجحانات نوجوانوں کی علمی، اخلاقی اور سماجی زندگی پر منفی اثرات مرتب کر رہے ہیں۔ اس کے نتیجے میں تنقیدی فکر کمزور، مطالعے کا ذوق محدود اور حقیقی سماجی روابط متاثر ہو رہے ہیں۔ سیرتِ نبوی ﷺ انسان کو ہر دور میں اعتدال، ذمہ داری، تحقیق، حسنِ گفتار اور مثبت ابلاغ کا ایسا جامع اصول عطا کرتی ہے جو آج کے ڈیجیٹل دور میں بھی مکمل رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِن جَآءَكُمۡ فَاسِقُۢ بِنَبَإٖ فَتَبَيَّنُوٓاْ﴾[29]

ترجمہ: "اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو اس کی اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو۔"

یہ آیتِ مبارکہ عصرِ حاضر کے ابلاغی نظام کے لیے ایک بنیادی اصول فراہم کرتی ہے۔ سوشل میڈیا کے ذریعے ہر لمحہ بے شمار خبریں، ویڈیوز اور معلومات گردش کرتی رہتی ہیں، جن میں سے بہت سی غیر مصدقہ یا گمراہ کن بھی ہوتی ہیں۔ قرآنِ مجید کا یہ حکم نوجوانوں کو تحقیق، ذمہ داری اور احتیاط کا درس دیتا ہے تاکہ وہ بغیر تحقیق کسی خبر کو آگے نہ بڑھائیں اور نہ ہی اس کی بنیاد پر رائے قائم کریں۔ موجودہ دور میں افواہوں، نفرت انگیز مواد اور جھوٹی خبروں کے پھیلاؤ کی ایک بڑی وجہ اسی قرآنی اصول سے غفلت ہے۔ سیرتِ نبوی ﷺ میں بھی ہر خبر کی تحقیق، عدل اور ذمہ دارانہ طرزِ عمل کی تعلیم دی گئی، جس کے نتیجے میں ایک بااعتماد اور مستحکم معاشرہ وجود میں آیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

»كَفَىٰ بِالْمَرْءِ كَذِبًا أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ.«[30]

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

ترجمہ: "کسی شخص کے جھوٹا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی ہوئی بات بیان کرتا پھرے۔"

یہ حدیثِ مبارکہ موجودہ سوشل میڈیا کلچر پر براہِ راست منطبق ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے بغیر تحقیق ہر خبر کو آگے پہنچانے سے منع فرمایا، کیونکہ اس طرزِ عمل سے جھوٹ، فتنہ، بدگمانی اور معاشرتی انتشار جنم لیتا ہے۔ آج بہت سے نوجوان بغیر تصدیق کے خبریں، ویڈیوز اور پیغامات شیئر کر دیتے ہیں، جس سے نہ صرف افراد بلکہ پورے معاشرے کو نقصان پہنچتا ہے۔ سیرتِ نبوی ﷺ ہمیں یہ تعلیم دیتی ہے کہ گفتگو، تحریر اور ابلاغ ہر صورت میں دیانت، تحقیق اور ذمہ داری کے تابع ہونا چاہیے۔ اگر نوجوان اس نبوی اصول کو اپنی ڈیجیٹل زندگی میں اختیار کریں تو سوشل میڈیا علم، دعوت، اصلاح اور خیر کے فروغ کا ایک مؤثر ذریعہ بن سکتا ہے، نہ کہ فکری انتشار اور اخلاقی زوال کا سبب۔

امام ابن القیمؒ اعلام الموقعین میں فرماتے ہیں:

»فَإِنَّ الشَّرِيعَةَ كُلَّهَا حِكْمَةٌ وَمَصَالِحُ لِلْعِبَادِ فِي الْمَعَاشِ وَالْمَعَادِ.«[31]

ترجمہ: "بلاشبہ پوری شریعت حکمت اور بندوں کے دنیا و آخرت کے مصالح پر مبنی ہے۔"

امام ابن القیمؒ کا یہ اصول موجودہ ڈیجیٹل دور کے تمام ذرائع ابلاغ پر بھی منطبق ہوتا ہے۔ اگرچہ سوشل میڈیا ایک جدید ایجاد ہے، لیکن اس کے استعمال کے اصول وہی ہیں جو شریعت نے ہر دور کے لیے مقرر کیے ہیں، یعنی سچائی، امانت، خیر خواہی، عدل، اعتدال اور انسانی مصلحت۔ جب نوجوان سوشل میڈیا کو علم، دعوت، تحقیق، مثبت مکالمے اور اصلاحِ معاشرہ کے لیے استعمال کرتے ہیں تو یہی ذرائع معاشرے کی ترقی کا ذریعہ بن جاتے ہیں، لیکن جب انہیں جھوٹ، غیبت، تہمت، فحاشی، نفرت انگیزی یا وقت کے ضیاع کے لیے استعمال کیا جائے تو یہی ذرائع اخلاقی اور فکری تباہی کا سبب بنتے ہیں۔ سیرتِ نبوی ﷺ میں ہر قول و فعل کو مصلحت، حکمت اور خیر کے تابع رکھا گیا، اسی لیے نوجوانوں کو بھی اپنی ڈیجیٹل سرگرمیوں کو انہی شرعی اصولوں کی روشنی میں منظم کرنا چاہیے، تاکہ جدید ٹیکنالوجی ان کی علمی، اخلاقی اور سماجی ترقی کا ذریعہ بن سکے۔

Computers in Human Behavior میں شائع ہونے والی ایک تحقیق میں بیان کیا گیا ہے:

"Excessive social media use is associated with increased anxiety, depression, reduced attention span, and lower academic performance among young adults."[32]

ترجمہ: "سوشل میڈیا کا حد سے زیادہ استعمال نوجوانوں میں اضطراب، ذہنی دباؤ، توجہ میں کمی اور تعلیمی کارکردگی میں تنزلی سے وابستہ پایا گیا ہے۔"

یہ جدید تحقیقی مطالعہ اس حقیقت کی تصدیق کرتا ہے کہ سوشل میڈیا بذاتِ خود مسئلہ نہیں بلکہ اس کا غیر متوازن استعمال نوجوانوں کی ذہنی، تعلیمی اور سماجی زندگی پر منفی اثرات مرتب کرتا ہے۔ مسلسل آن لائن رہنے، دوسروں سے غیر ضروری موازنہ کرنے، غیر معیاری مواد دیکھنے اور وقت کے غیر مؤثر استعمال سے نوجوانوں کی علمی استعداد، تخلیقی صلاحیت اور نفسیاتی استحکام متاثر ہوتا ہے۔ یہی صورتِ حال انہیں حقیقی معاشرتی تعلقات، مطالعے اور مثبت سرگرمیوں سے بھی دور کر دیتی ہے۔ سیرتِ نبوی ﷺ اعتدال، وقت کی قدر، مفید مصروفیات اور مثبت ابلاغ کی تعلیم دیتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے انسان کو ہر اس بات سے بچنے کی تلقین فرمائی جو بے فائدہ ہو اور اس کی دینی یا دنیاوی زندگی کو نقصان پہنچائے۔ اس لیے نوجوانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ سوشل میڈیا کو علم، تحقیق، دعوت، پیشہ ورانہ ترقی اور مثبت سماجی روابط کے لیے استعمال کریں، جبکہ فضول، گمراہ کن اور اخلاق سوز سرگرمیوں سے اجتناب اختیار کریں۔ یہی متوازن طرزِ عمل انہیں فکری استحکام، اخلاقی پختگی اور معاشرتی ذمہ داری کی طرف رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ ڈاکٹر گیري آر. بنچ (Gary R. Bunt) لکھتے ہیں:

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

"Digital media has transformed religious learning and social interaction, making critical thinking and ethical engagement more essential than ever."[33]

ترجمہ: "ڈیجیٹل میڈیا نے مذہبی تعلیم اور سماجی روابط کی نوعیت کو تبدیل کر دیا ہے، جس کے باعث تنقیدی فکر اور اخلاقی ذمہ داری پہلے سے کہیں زیادہ ضروری ہو گئی ہے۔"

ڈاکٹر گیری آر. بنچ کا یہ تجزیہ اس امر کی نشاندہی کرتا ہے کہ جدید ٹیکنالوجی نے علم تک رسائی کو آسان ضرور بنایا ہے، لیکن ساتھ ہی غلط معلومات، مذہبی انتہاپسندی، فکری انتشار اور ثقافتی یلغار کے امکانات بھی بڑھا دیے ہیں۔ ایسے حالات میں نوجوانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ ہر معلومات کو تحقیق، دلیل اور مستند مصادر کی روشنی میں قبول کریں۔ سیرتِ نبوی ﷺ کا منہج بھی یہی ہے کہ علم ذمہ داری کے ساتھ حاصل کیا جائے، تحقیق کے بغیر کسی بات کو قبول یا پھیلایا نہ جائے، اور ہر معاملے میں خیر، اعتدال اور حکمت کو پیشِ نظر رکھا جائے۔ یہی نبوی تعلیمات نوجوان نسل کو ڈیجیٹل دور کے فکری اور ثقافتی چیلنجز سے محفوظ رکھنے کا بہترین ذریعہ ہیں۔

4۔ سیرتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں معاشرتی اصلاح

معاشرتی اصلاح سیرتِ نبوی ﷺ کا ایک بنیادی اور نمایاں پہلو ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایسے معاشرے کی تشکیل فرمائی جس کی بنیاد ایمان، حسنِ اخلاق، عدل، مساوات، اخوت، احترامِ انسانیت اور باہمی تعاون پر استوار تھی۔ آپ ﷺ نے اصلاحِ معاشرہ کا آغاز فرد کی اصلاح سے کیا، پھر خاندان کی تربیت پر توجہ دی اور اس کے بعد پورے معاشرے کو ایک مضبوط اجتماعی نظام میں منظم کیا۔ نوجوان اس اصلاحی عمل کا اہم ترین حصہ تھے، اسی لیے آپ ﷺ نے ان کی علمی، اخلاقی، روحانی اور سماجی تربیت پر خصوصی توجہ دی۔ موجودہ دور میں نوجوان نسل جن معاشرتی مسائل، فکری انتشار، اخلاقی کمزوری، ثقافتی یلغار، خاندانی بے ربطی اور سماجی بے حسی کا شکار ہے، ان کا مؤثر اور پائیدار حل سیرتِ نبوی ﷺ کے اسی متوازن اور جامع منہج میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿إِنَّ ٱللَّهَ يَأۡمُرُ بِٱلۡعَدۡلِ وَٱلۡإِحۡسَٰنِ وَإِيتَآيِٕ ذِي ٱلۡقُرۡبَىٰ﴾[34]

ترجمہ: "بے شک اللہ تعالیٰ عدل، احسان اور رشتہ داروں کو ان کا حق دینے کا حکم دیتا ہے۔"

یہ آیتِ مبارکہ اسلامی معاشرے کی تعمیر کے بنیادی اصول بیان کرتی ہے۔ عدل معاشرتی استحکام کی بنیاد ہے، احسان باہمی محبت اور خیر خواہی کو فروغ دیتا ہے، جبکہ صلہ رحمی خاندان اور معاشرے کو مضبوط بناتی ہے۔ اگر نوجوان ان تینوں اصولوں کو اپنی عملی زندگی میں اختیار کریں تو معاشرے میں نفرت، ناانصافی، خود غرضی اور بے اعتمادی کی جگہ محبت، تعاون، اعتماد اور اجتماعی ذمہ داری پیدا ہو سکتی ہے۔ سیرتِ نبوی ﷺ اس آیت کی عملی تفسیر ہے، جہاں رسول اللہ ﷺ نے ہر فرد کو اس کا حق دیا، کمزوروں کی مدد فرمائی، رشتہ داروں کے حقوق کی حفاظت کی اور ایک ایسے معاشرے کی بنیاد رکھی جو عدل اور رحمت کا عملی نمونہ بن گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

»الْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا.«[35]

ترجمہ: "ایک مومن دوسرے مومن کے لیے عمارت کی مانند ہے جس کا ایک حصہ دوسرے حصے کو مضبوط کرتا ہے۔"

اس حدیثِ مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ نے اسلامی معاشرے کی حقیقی تصویر پیش فرمائی ہے۔ جس طرح مضبوط عمارت کی ہر اینٹ دوسری اینٹ کا سہارا بنتی ہے، اسی طرح ایک مسلمان دوسرے مسلمان کی قوت، مدد اور اعتماد کا ذریعہ ہونا چاہیے۔ موجودہ دور میں انفرادیت، مادہ پرستی اور خود غرضی نے نوجوانوں کے اندر اجتماعی احساس کو کمزور کر دیا ہے، جبکہ سیرتِ نبوی ﷺ انہیں باہمی تعاون، ایثار، اخوت اور خدمتِ خلق

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

کی تعلیم دیتی ہے۔ اگر نوجوان اس نبوی تصور کو اپنالیں تو معاشرتی اختلافات، نفرتوں اور بے اعتمادی میں نمایاں کمی آسکتی ہے اور ایک مضبوط، متحد اور بااخلاق معاشرہ وجود میں آسکتا ہے۔ شیخ محمد الغزالیؒ اپنی کتاب فقہ السیرۃ میں لکھتے ہیں:

»أَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مُجْتَمَعًا يَقُومُ عَلَى الْإِيمَانِ وَالْعَدْلِ وَالْأُخُوَّةِ، فَكَانَ كُلُّ فَرْدٍ فِيهِ يَشْعُرُ بِأَنَّهُ مَسْؤُولٌ عَنْ إِصْلَاحِ الْمُجْتَمَعِ«. [36]

ترجمہ: "رسول اللہ ﷺ نے ایسا معاشرہ قائم فرمایا جو ایمان، عدل اور اخوت کی بنیاد پر استوار تھا، جہاں ہر فرد اپنے آپ کو معاشرے کی اصلاح کا ذمہ دار سمجھتا تھا۔"

شیخ محمد الغزالیؒ نے سیرتِ نبوی ﷺ کے معاشرتی پہلو کو نہایت جامع انداز میں بیان کیا ہے۔ ان کے مطابق مدینہ کی اسلامی ریاست کی اصل قوت صرف قوانین یا انتظامی نظام نہیں تھا بلکہ افراد کے اندر پیدا کیا جانے والا احساسِ ذمہ داری، اخوت، عدل اور خدمتِ خلق تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے نوجوانوں کو صرف وعظ و نصیحت تک محدود نہیں رکھا بلکہ انہیں دعوت، تعلیم، خدمتِ خلق، قیادت اور اجتماعی ذمہ داریوں میں عملی کردار عطا فرمایا۔ یہی وجہ ہے کہ نوجوان صحابۂ کرامؓ نے مختصر مدت میں معاشرے کی اصلاح، علم کی اشاعت اور اسلامی تہذیب کی تعمیر میں غیر معمولی خدمات انجام دیں۔ عصرِ حاضر میں بھی اگر نوجوانوں کی تعلیم و تربیت سیرتِ نبوی ﷺ کے اسی جامع منہج پر استوار کی جائے، ان میں احساسِ ذمہ داری، اجتماعی شعور، عدل، برداشت، احترامِ انسانیت اور خدمتِ خلق کے اوصاف پیدا کیے جائیں تو موجودہ معاشرتی بحرانوں پر بڑی حد تک قابو پایا جاسکتا ہے۔ یہی نبوی منہج نوجوان نسل کی متوازن شخصیت، مضبوط خاندانی نظام، صالح معاشرت اور پائیدار سماجی استحکام کی مضبوط بنیاد فراہم کرتا ہے۔

مبحث سوم: نوجوان نسل کے معاصر معاشی مسائل

معاشی استحکام کسی بھی فرد اور معاشرے کی ترقی کا بنیادی ستون ہے، جبکہ نوجوان نسل قومی معیشت کی سب سے اہم افرادی قوت شمار ہوتی ہے۔ موجودہ دور میں نوجوان متعدد معاشی چیلنجز سے دوچار ہیں جن میں بے روزگاری، مہنگائی، وسائل کی غیر مساوی تقسیم، پیشہ ورانہ مہارت کی کمی، روزگار کے محدود مواقع، بڑھتی ہوئی معاشی مسابقت اور مالی عدم استحکام نمایاں ہیں۔ ان مسائل نے نوجوانوں کی ذہنی صحت، خاندانی زندگی، تعلیمی کارکردگی اور سماجی کردار کو بھی متاثر کیا ہے۔ بہت سے نوجوان اعلیٰ تعلیم کے باوجود مناسب روزگار سے محروم رہتے ہیں، جس کے نتیجے میں احساسِ محرومی، مایوسی، ذہنی دباؤ اور بعض اوقات غیر قانونی ذرائع آمدن کی طرف رجحان پیدا ہونے لگتا ہے۔ اس کے برعکس سیرتِ نبوی ﷺ محنت، دیانت، حلال روزی، معاشی عدل، خود انحصاری، اعتدال اور اجتماعی فلاح پر مبنی ایسا معاشی نظام پیش کرتی ہے جس میں ہر فرد کو عزتِ نفس کے ساتھ روزگار کے مواقع فراہم کرنے اور معاشرے کے کمزور طبقات کی کفالت پر خصوصی توجہ دی گئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے عملی زندگی کے ذریعے محنت کی عظمت، تجارت کی دیانت، امانت داری، معاشی انصاف اور حلال کمائی کی اہمیت کو اجاگر فرمایا، جس کے نتیجے میں مدینہ منورہ میں ایک مضبوط، متوازن اور فلاحی معاشرہ تشکیل پایا۔ اسی تناظر میں اس مبحث میں نوجوان نسل کو درپیش اہم معاشی مسائل کا تجزیہ کرتے ہوئے سیرتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں ان کے قابلِ عمل اور دیرپا حل پیش کیے جائیں گے۔

1۔ بے روزگاری اور معاشی عدم استحکام

بے روزگاری عصرِ حاضر میں نوجوان نسل کو درپیش سب سے سنگین معاشی مسائل میں سے ایک ہے۔ آبادی میں مسلسل اضافہ، محدود روزگار کے مواقع، مہارت اور مارکیٹ کی ضروریات کے درمیان عدم مطابقت، معاشی عدم استحکام، تیز رفتار مہنگائی اور جدید ٹیکنالوجی کے باعث روزگار

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

کے بدلتے ہوئے تقاضوں نے نوجوانوں کے لیے باعزت روزگار کا حصول مزید مشکل بنا دیا ہے۔ اعلیٰ تعلیم یافتہ نوجوانوں کی ایک بڑی تعداد مناسب ملازمت سے محروم رہتی ہے، جس کے نتیجے میں احساسِ محرومی، ذہنی دباؤ، معاشرتی بے چینی اور بعض اوقات غیر قانونی ذرائع آمدن کی طرف رجحان پیدا ہونے لگتا ہے۔ اسلام انسان کو محنت، خود انحصاری اور حلال روزی اختیار کرنے کی تعلیم دیتا ہے اور معاشی سرگرمی کو عبادت اور ذمہ داری کا درجہ عطا کرتا ہے۔ سیرتِ نبوی ﷺ اس حقیقت کی روشن مثال ہے کہ معاشی استحکام کا راستہ محنت، دیانت، امانت، عدل اور جائز ذرائع معاش اختیار کرنے میں مضمر ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿فَإِذَا قُضِيَتِ ٱلصَّلَوٰةُ فَٱنتَشِرُواْ فِي ٱلۡأَرۡضِ وَٱبۡتَغُواْ مِن فَضۡلِ ٱللَّهِ﴾[37]

ترجمہ: "پھر جب نماز مکمل ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔"

یہ آیتِ مبارکہ اس حقیقت کو واضح کرتی ہے کہ اسلام عبادت اور معاشی جدوجہد کے درمیان توازن قائم کرتا ہے۔ نماز کی ادائیگی کے بعد اللہ تعالیٰ نے رزق کی تلاش کا حکم دے کر محنت، تجارت، صنعت، زراعت اور دیگر جائز معاشی سرگرمیوں کی حوصلہ افزائی فرمائی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام بے عملی یا دوسروں پر انحصار کی تعلیم نہیں دیتا بلکہ ہر فرد کو اپنی صلاحیتوں کے مطابق محنت کر کے حلال روزی حاصل کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ موجودہ دور میں نوجوانوں کے لیے بھی یہی قرآنی تعلیم نہایت اہم ہے کہ وہ مایوسی، سستی اور غیر قانونی ذرائع اختیار کرنے کے بجائے علم، مہارت، منصوبہ بندی اور مسلسل جدوجہد کے ذریعے معاشی استحکام حاصل کریں۔ سیرتِ نبوی ﷺ میں بھی رسول اللہ ﷺ نے عملی محنت، تجارت اور دیانت دارانہ معاشی سرگرمیوں کو عزت و وقار کا ذریعہ قرار دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

»مَا أَكَلَ أَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ خَيْرًا مِنْ أَنْ يَأْكُلَ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ.«[38]

ترجمہ: "کسی شخص نے اپنے ہاتھ کی کمائی سے بہتر کبھی کوئی کھانا نہیں کھایا۔"

یہ حدیثِ مبارکہ اسلام کے معاشی تصور کو نہایت واضح انداز میں بیان کرتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ کی محنت سے حاصل ہونے والی روزی کو بہترین رزق قرار دے کر نوجوانوں کو خود انحصاری، محنت اور عزتِ نفس کا درس دیا۔ آپ ﷺ نے کبھی بھی بے عملی، سوال کرنے یا دوسروں پر بوجھ بننے کی حوصلہ افزائی نہیں فرمائی بلکہ ہر شخص کو اپنی صلاحیت کے مطابق جائز محنت اختیار کرنے کی ترغیب دی۔ موجودہ دور میں جب بے روزگاری نوجوانوں کے لیے ایک بڑا چیلنج بن چکی ہے تو سیرتِ نبوی ﷺ انہیں یہ پیغام دیتی ہے کہ رزقِ حلال کی تلاش، پیشہ ورانہ مہارت کا حصول، دیانت داری اور مسلسل جدوجہد ہی معاشی کامیابی کا حقیقی راستہ ہیں۔ یہی نبوی تعلیم نوجوانوں میں خود اعتمادی، معاشی استحکام اور مثبت سماجی کردار پیدا کرنے کا مؤثر ذریعہ بن سکتی ہے۔ امام شمس الدین السرخسیؒ *المبسوط* میں فرماتے ہیں:

»الْكَسْبُ بِالْحَلَالِ فَرْضٌ بَعْدَ الْفَرَائِضِ، لِأَنَّ بِهِ قِوَامَ الْعَيْشِ وَصَلَاحَ الْمُجْتَمَعِ.«[39]

ترجمہ: "حلال ذریعۂ معاش اختیار کرنا فرائض کے بعد ایک اہم ذمہ داری ہے، کیونکہ اسی سے زندگی کا نظام قائم رہتا ہے اور معاشرے کی اصلاح ہوتی ہے۔"

امام سرخسیؒ نے اس اقتباس میں اسلامی معاشی فکر کے ایک بنیادی اصول کی وضاحت کی ہے کہ انسان کی معاشی سرگرمی صرف ذاتی منفعت تک محدود نہیں بلکہ اس کا تعلق پورے معاشرے کی فلاح اور استحکام سے بھی ہے۔ جب نوجوان حلال ذرائع سے روزگار اختیار کرتے ہیں، دیانت داری کو اپنا شعار بناتے ہیں اور اپنی معاشی ذمہ داریوں کو احسن انداز میں ادا کرتے ہیں تو اس کے مثبت اثرات خاندان، معاشرے اور قومی معیشت پر بھی مرتب ہوتے ہیں۔ اس کے برعکس بے روزگاری، غیر قانونی ذرائع آمدن، بدعنوانی اور مالی بے ضابطگیاں نہ صرف فرد کی شخصیت

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

کو متاثر کرتی ہیں بلکہ معاشرے کے معاشی ڈھانچے کو بھی کمزور کر دیتی ہیں۔ سیرتِ نبوی ﷺ میں معاشی خود کفالت کو عزت و وقار کی علامت قرار دیا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے تجارت، محنت، زراعت اور دیگر جائز پیشوں کی حوصلہ افزائی فرمائی اور صحابۂ کرامؓ کو اپنے ہاتھ کی کمائی پر اعتماد کرنے کی تعلیم دی۔ یہی اسلامی تصور نوجوان نسل کو معاشی خود انحصاری، حلال کمائی اور باعزت روزگار کی طرف رہنمائی فراہم کرتا ہے۔

ڈاکٹر عمر چپرا (M. Umer Chapra) لکھتے ہیں:

> *"Economic justice and productive employment are indispensable for the stability of society and the dignity of individuals."* [40]

ترجمہ: "معاشی انصاف اور پیداواری روزگار معاشرے کے استحکام اور افراد کے وقار کے لیے ناگزیر ہیں۔"

ڈاکٹر عمر چپرا کے مطابق کسی بھی معاشرے کی مضبوطی کا انحصار صرف معاشی ترقی پر نہیں بلکہ اس بات پر بھی ہے کہ روزگار کے مواقع منصفانہ انداز میں فراہم کیے جائیں اور ہر فرد کو اپنی صلاحیت کے مطابق باعزت ذریعۂ معاش میسر ہو۔ موجودہ دور میں نوجوانوں کی بے روزگاری صرف معاشی مسئلہ نہیں بلکہ سماجی اور نفسیاتی بحران بھی بن چکی ہے، کیونکہ اس کے نتیجے میں احساسِ محرومی، خود اعتمادی میں کمی، ذہنی دباؤ اور معاشرتی بے چینی پیدا ہوتی ہے۔ سیرتِ نبوی ﷺ کا معاشی نظام ان تمام مسائل کا متوازن حل پیش کرتا ہے، جہاں محنت کی قدر، تجارت کی آزادی، دیانت داری، معاشی عدل اور ضرورت مندوں کی کفالت کو یکجا کر کے ایک ایسا ماحول پیدا کیا گیا جس میں ہر فرد اپنی صلاحیتوں کے مطابق معاشرے کی ترقی میں حصہ لے سکتا تھا۔ یہی نبوی منہج آج بھی نوجوانوں کو معاشی خود کفالت، عزتِ نفس اور قومی ترقی کی راہ پر گامزن کرنے کی بہترین بنیاد فراہم کرتا ہے۔ ڈاکٹر محمد عمر زبیر صدیقی لکھتے ہیں:

> *"Islam encourages economic self-reliance by combining lawful earning, professional excellence, and social responsibility into a unified moral framework."* [41]

ترجمہ: "اسلام حلال کمائی، پیشہ ورانہ مہارت اور سماجی ذمہ داری کو یکجا کر کے معاشی خود انحصاری کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔"

ڈاکٹر محمد عمر زبیر صدیقی اس حقیقت کی طرف توجہ دلاتے ہیں کہ اسلامی معاشی نظام صرف آمدنی کے حصول تک محدود نہیں بلکہ اس کا مقصد ایسا معاشرہ تشکیل دینا ہے جہاں ہر فرد اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے حلال ذرائع سے روزگار حاصل کرے اور اپنی معاشی سرگرمیوں کو سماجی ذمہ داری کے ساتھ انجام دے۔ موجودہ دور میں نوجوانوں کی ایک بڑی تعداد صرف ملازمت کی تلاش تک محدود رہتی ہے، جبکہ پیشہ ورانہ مہارت، کاروباری صلاحیت، خود روزگاری اور اختراعی سوچ پر نسبتاً کم توجہ دی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اعلیٰ تعلیمی اسناد رکھنے کے باوجود بے روزگاری میں مسلسل اضافہ دیکھنے میں آ رہا ہے۔ سیرتِ نبوی ﷺ اس کے برعکس نوجوانوں میں محنت، دیانت، خود اعتمادی، کاروباری صلاحیت اور عملی جدوجہد کا جذبہ پیدا کرتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے خود تجارت فرمائی، صحابۂ کرامؓ کو مختلف معاشی سرگرمیوں کی ترغیب دی اور ہر اس ذریعۂ معاش کی حوصلہ افزائی فرمائی جو حلال، دیانت دارانہ اور معاشرے کے لیے مفید ہو۔ اس نبوی منہج کی روشنی میں نوجوانوں کو جدید مہارتوں، فنی تعلیم، کاروباری تربیت اور حلال معیشت کے اصولوں سے آراستہ کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے، تاکہ وہ نہ صرف اپنی معاشی مشکلات پر قابو پا سکیں بلکہ قومی معیشت کی مضبوطی میں بھی فعال کردار ادا کر سکیں۔

2۔ مہنگائی، غربت اور معاشی دباؤ

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

مہنگائی اور غربت موجودہ دور کے ایسے معاشی مسائل ہیں جن کے اثرات سب سے زیادہ نوجوان نسل پر مرتب ہوتے ہیں۔ روزمرہ اشیائے ضروریہ کی قیمتوں میں مسلسل اضافہ، محدود آمدنی، روزگار کے غیر یقینی مواقع اور معاشی وسائل کی غیر مساوی تقسیم نے نوجوانوں کے لیے ایک باوقار زندگی گزارنا مشکل بنا دیا ہے۔ بہت سے نوجوان اعلیٰ تعلیم مکمل کرنے کے باوجود معاشی مشکلات کے باعث اپنے مستقبل کے منصوبوں کو عملی شکل نہیں دے پاتے، جبکہ بعض نوجوان مالی دباؤ کی وجہ سے تعلیم ادھوری چھوڑنے یا غیر مناسب ذرائع معاش اختیار کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ یہی معاشی حالات ذہنی دباؤ، خاندانی تنازعات، احساسِ محرومی اور سماجی بے چینی کو بھی جنم دیتے ہیں۔ اسلام نے ایسے حالات میں صبر، محنت، قناعت، کفایت شعاری، باہمی تعاون اور معاشرتی انصاف پر مبنی ایسا معاشی نظام پیش کیا ہے جو فرد اور معاشرے دونوں کے لیے باعثِ اطمینان ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ ٱلْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَّحْسُورًا﴾[42]

ترجمہ: "اور نہ اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا رکھو اور نہ ہی اسے بالکل کھول دو، ورنہ ملامت زدہ اور تنگ دست ہو کر بیٹھ رہو گے۔"

یہ آیتِ مبارکہ اسلامی معاشی اعتدال کا بنیادی اصول بیان کرتی ہے۔ قرآنِ مجید انسان کو بخل اور فضول خرچی، دونوں انتہاؤں سے بچنے کی تعلیم دیتا ہے اور مالی معاملات میں اعتدال، منصوبہ بندی اور ذمہ داری اختیار کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ موجودہ دور میں نوجوانوں کی ایک بڑی تعداد غیر ضروری اخراجات، دکھاوے، صارفیت (Consumerism) اور غیر متوازن طرزِ زندگی کے باعث مالی مشکلات کا شکار ہو جاتی ہے۔ سیرتِ نبوی ﷺ ہمیں یہ تعلیم دیتی ہے کہ آمدنی اور اخراجات میں توازن، سادگی، قناعت اور مالی نظم وضبط اختیار کیا جائے، کیونکہ یہی معاشی استحکام اور ذہنی سکون کی بنیاد ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

»مَا عَالَ مَنِ اقْتَصَدَ.«[43]

ترجمہ: "جس نے میانہ روی اختیار کی وہ کبھی محتاج نہیں ہوا۔"

یہ حدیثِ مبارکہ اسلامی معاشی حکمت کا جامع اصول پیش کرتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے معاشی زندگی میں اعتدال اور کفایت شعاری کو خوش حالی کا ذریعہ قرار دیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ معاشی استحکام صرف زیادہ آمدنی سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ درست منصوبہ بندی، متوازن اخراجات اور ذمہ دارانہ مالی رویے بھی اس میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔ موجودہ دور میں نوجوانوں کو قرضوں، غیر ضروری اخراجات، نمود و نمائش اور غیر حقیقی معیارِ زندگی کے دباؤ سے بچانے کے لیے نبوی تعلیمات نہایت مؤثر رہنمائی فراہم کرتی ہیں۔ اگر نوجوان سادگی، قناعت، محنت اور مالی نظم وضبط کو اپنی عملی زندگی کا حصہ بنالیں تو وہ مہنگائی اور معاشی دباؤ کے منفی اثرات کو بڑی حد تک کم کر سکتے ہیں۔

امام ابو یوسفؒ کتاب الخراج میں فرماتے ہیں:

»صَلَاحُ أَمْرِ الرَّعِيَّةِ فِي تَوْفِيرِ الْعَدْلِ وَرَفْعِ الظُّلْمِ عَنْهُمْ.«[44]

ترجمہ: "رعایا کی فلاح اس بات میں ہے کہ ان کے لیے عدل قائم کیا جائے اور ان پر ہونے والے ظلم کو دور کیا جائے۔"

امام ابو یوسفؒ نے اس اقتباس میں اسلامی معاشی نظام کے بنیادی اصول کی وضاحت کی ہے کہ معاشی استحکام صرف انفرادی محنت سے ہی حاصل نہیں ہوتا بلکہ اس کے لیے عادلانہ معاشی نظام، وسائل کی منصفانہ تقسیم اور عوام کی بنیادی ضروریات کا تحفظ بھی ناگزیر ہے۔ اگر معاشرے میں معاشی ناانصافی، استحصال اور وسائل کی غیر مساوی تقسیم موجود ہو تو غربت اور مہنگائی کے اثرات مزید شدید ہو جاتے ہیں، جن کا سب سے زیادہ

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

نقصان نوجوان نسل کو برداشت کرنا پڑتا ہے۔ سیرتِ نبوی ﷺ سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ میں ایسا معاشی ماحول قائم فرمایا جہاں تجارت کو فروغ دیا گیا، اجارہ داری کی حوصلہ شکنی کی گئی، ضرورت مندوں کی مدد کی گئی اور ہر فرد کو باعزت روزگار اور معاشی تحفظ فراہم کرنے کی کوشش کی گئی۔ یہی اصول آج بھی معاشی عدم استحکام اور غربت کے خاتمے کے لیے بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔

ڈاکٹر منذر کہف (Monzer Kahf) لکھتے ہیں:

"Poverty alleviation in Islam is achieved through a combination of individual effort, social solidarity, and institutional justice." [45]

ترجمہ: "اسلام میں غربت کے خاتمے کا راستہ انفرادی محنت، اجتماعی تعاون اور ادارہ جاتی انصاف کے باہمی امتزاج سے ہموار ہوتا ہے۔"

ڈاکٹر منذر کہف اس حقیقت کو اجاگر کرتے ہیں کہ اسلامی معاشی نظام صرف فرد کو محنت کی تلقین نہیں کرتا بلکہ معاشرے اور ریاست کو بھی یہ ذمہ داری دیتا ہے کہ وہ ایسے معاشی مواقع پیدا کریں جن سے ہر فرد باعزت زندگی گزار سکے۔ زکوٰۃ، صدقات، وقف، بیت المال، باہمی تعاون اور معاشی انصاف جیسے اسلامی ادارے اسی مقصد کے لیے قائم کیے گئے تھے۔ موجودہ دور میں نوجوانوں کی معاشی مشکلات صرف ذاتی کمزوریوں کا نتیجہ نہیں بلکہ بعض اوقات معاشی ڈھانچے، روزگار کے محدود مواقع اور وسائل کی غیر منصفانہ تقسیم سے بھی پیدا ہوتی ہیں۔ سیرتِ نبوی ﷺ اس سلسلے میں ایک متوازن معاشی ماڈل پیش کرتی ہے، جہاں فرد کو محنت کی ترغیب دی گئی، صاحبِ استطاعت افراد کو معاشرتی تعاون کا پابند بنایا گیا اور ریاست کو معاشی عدل قائم کرنے کی ذمہ داری سونپی گئی۔ اگر ان نبوی اصولوں کو جدید معاشی پالیسیوں میں مناسب انداز سے شامل کیا جائے تو نوجوان نسل کو مہنگائی، غربت اور معاشی دباؤ جیسے مسائل سے مؤثر طور پر نجات دلائی جاسکتی ہے۔

ڈاکٹر حبیب احمد (Habib Ahmed) لکھتے ہیں:

"An Islamic economic system seeks to reduce poverty through equitable opportunities, social justice, and the effective circulation of wealth." [46]

ترجمہ: "اسلامی معاشی نظام مساوی مواقع، معاشرتی انصاف اور دولت کی مؤثر گردش کے ذریعے غربت کے خاتمے کی کوشش کرتا ہے۔"

ڈاکٹر حبیب احمد اس حقیقت کو واضح کرتے ہیں کہ اسلام غربت اور معاشی ناہمواری کو محض انفرادی مسئلہ نہیں سمجھتا بلکہ اسے ایک اجتماعی اور ادارہ جاتی ذمہ داری قرار دیتا ہے۔ اسلامی معاشی نظام میں ہر فرد کو محنت کے یکساں مواقع، جائز ذرائع سے آمدنی، معاشی تحفظ اور سماجی تعاون کی ضمانت فراہم کی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ زکوٰۃ، صدقات، وقف، بیت المال اور دیگر مالی اداروں کو غربت کے خاتمے اور دولت کی منصفانہ گردش کے لیے مؤثر ذریعہ بنایا گیا۔ سیرتِ نبوی ﷺ میں بھی رسول اللہ ﷺ نے مہاجرین و انصار کے درمیان مواخات، محتاجوں کی کفالت، تاجروں کی حوصلہ افزائی، ناجائز ذخیرہ اندوزی اور استحصال کی ممانعت، اور باعزت روزگار کے فروغ کے ذریعے ایسا معاشی ماحول قائم فرمایا جس میں معاشرتی عدل اور انسانی وقار کو بنیادی اہمیت حاصل تھی۔ موجودہ دور میں اگر ان نبوی اصولوں کی روشنی میں معاشی منصوبہ بندی کی جائے تو نوجوان نسل کو مہنگائی، غربت اور معاشی دباؤ جیسے مسائل سے مؤثر طور پر محفوظ کیا جاسکتا ہے۔

3۔ ہنر، خود انحصاری اور حلال روزگار کی اہمیت

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

نوجوان نسل کی معاشی ترقی کا انحصار صرف اعلیٰ تعلیمی اسناد پر نہیں بلکہ عملی مہارت، پیشہ ورانہ قابلیت، خود انحصاری اور حلال روزگار کے حصول پر بھی ہے۔ موجودہ دور میں روزگار کی نوعیت تیزی سے تبدیل ہو رہی ہے، جس کے باعث روایتی تعلیم کے ساتھ فنی مہارت، کاروباری صلاحیت، ڈیجیٹل ٹیکنالوجی، اختراع (Innovation) اور پیشہ ورانہ تربیت کی اہمیت میں نمایاں اضافہ ہوا ہے۔ افسوس کہ بہت سے نوجوان ڈگری کے حصول کو ہی کامیابی سمجھتے ہیں، جبکہ مہارت، صنعت، تجارت اور خود روزگاری کی طرف نسبتاً کم توجہ دی جاتی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ بے روزگاری میں اضافہ، معاشی انحصار اور مالی بے یقینی جیسے مسائل جنم لیتے ہیں۔ سیرتِ نبوی ﷺ اس حوالے سے محنت، ہنر، خود انحصاری اور حلال کمائی کو انسانی عزت، خودداری اور معاشی استحکام کی بنیاد قرار دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿فَٱمۡشُواْ فِي مَنَاكِبِهَا وَكُلُواْ مِن رِّزۡقِهِۦ﴾[47]

ترجمہ: "زمین کے کناروں میں چلو پھرو اور اللہ کے عطا کیے ہوئے رزق میں سے کھاؤ۔"

یہ آیتِ مبارکہ انسان کو محنت، جستجو اور رزقِ حلال کی تلاش کی ترغیب دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رزق کو تلاش کرنے کے لیے زمین میں پھیلنے، جدوجہد کرنے اور اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کا حکم دیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام سستی، بے عملی اور دوسروں پر انحصار کی تعلیم نہیں دیتا بلکہ ہر فرد کو اپنے وسائل، علم اور مہارت کے مطابق معاشی جدوجہد کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ موجودہ دور میں نوجوانوں کے لیے یہ تعلیم مزید اہم ہو جاتی ہے، کیونکہ جدید معیشت میں کامیابی مسلسل سیکھنے، نئی مہارتیں حاصل کرنے اور عملی میدان میں محنت کرنے سے وابستہ ہے۔ سیرتِ نبوی ﷺ بھی یہی پیغام دیتی ہے کہ عزت، وقار اور خوش حالی کا راستہ محنت اور حلال کمائی سے ہو کر گزرتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

»إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ إِذَا عَمِلَ أَحَدُكُمْ عَمَلًا أَنْ يُتْقِنَهُ.«[48]

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص کوئی کام کرے تو اسے بہترین انداز سے انجام دے۔"

یہ حدیثِ مبارکہ پیشہ ورانہ مہارت، معیارِ کار اور ذمہ دارانہ طرزِ عمل کی اہمیت کو نمایاں کرتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے صرف کام کرنے کی تلقین نہیں فرمائی بلکہ ہر کام کو مہارت، دیانت اور بہترین معیار کے ساتھ انجام دینے کی تعلیم دی۔ یہی اصول آج کے دور میں فنی تعلیم، پیشہ ورانہ مہارت، کاروباری صلاحیت، ڈیجیٹل ٹیکنالوجی اور خود روزگاری کی بنیاد ہے۔ اگر نوجوان اپنی تعلیم کے ساتھ عملی مہارتیں بھی حاصل کریں، جدید تقاضوں سے ہم آہنگ رہیں اور ہر کام کو امانت و دیانت کے ساتھ انجام دیں تو وہ نہ صرف اپنی معاشی مشکلات پر قابو پا سکتے ہیں بلکہ قومی معیشت کی ترقی میں بھی مؤثر کردار ادا کر سکتے ہیں۔ امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ کتاب *الکسب* میں فرماتے ہیں:

»طَلَبُ الْكَسْبِ الْحَلَالِ مِنْ أَعْظَمِ الْقُرُبَاتِ بَعْدَ أَدَاءِ الْفَرَائِضِ.«[49]

ترجمہ: "فرائض کی ادائیگی کے بعد حلال روزگار کی جستجو سب سے بڑی نیکیوں میں سے ہے۔"

امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ نے اس اقتباس میں اسلامی معاشی فکر کے ایک نہایت اہم اصول کو بیان کیا ہے کہ حلال روزگار کا حصول صرف دنیاوی ضرورت نہیں بلکہ ایک دینی ذمہ داری اور باعثِ اجر عمل بھی ہے۔ ان کے نزدیک محنت، تجارت، صنعت، زراعت اور دیگر جائز پیشے انسان کی عزتِ نفس اور معاشرتی استحکام کا ذریعہ ہیں۔ موجودہ دور میں نوجوانوں کی ایک بڑی تعداد صرف سرکاری یا محدود نوعیت کی ملازمتوں پر انحصار کرتی ہے، جبکہ خود روزگاری، صنعت، تجارت اور پیشہ ورانہ مہارت کے میدانوں سے پوری طرح فائدہ نہیں اٹھاپاتی۔ سیرتِ نبوی ﷺ اس

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

کے برعکس نوجوانوں کو محنت، خود اعتمادی اور معاشی خود کفالت کی تعلیم دیتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ہمیشہ اپنے ہاتھ کی کمائی کو عزت بخشی اور صحابۂ کرامؓ کو مختلف جائز معاشی شعبوں میں آگے بڑھنے کی ترغیب دی، جس کے نتیجے میں اسلامی معاشرہ معاشی اعتبار سے مضبوط اور خود کفیل بنا۔ ڈاکٹر محمد نجات اللہ صدیقی لکھتے ہیں:

"Self-employment and entrepreneurship are fully consistent with the Islamic vision of human dignity, productivity, and economic independence." [50]

ترجمہ: "خود روزگاری اور کاروباری صلاحیت اسلام کے تصورِ انسانی وقار، پیداواری عمل اور معاشی خود مختاری سے مکمل ہم آہنگ ہیں۔"

ڈاکٹر محمد نجات اللہ صدیقی اس حقیقت کو نمایاں کرتے ہیں کہ اسلامی معاشی نظام نوجوانوں کو صرف ملازمت کے حصول تک محدود نہیں رکھتا بلکہ انہیں کاروبار، سرمایہ کاری، اختراع، پیشہ ورانہ مہارت اور خود روزگاری کی بھی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ موجودہ معاشی حالات میں نوجوانوں کے لیے یہ سوچ نہایت اہم ہے، کیونکہ جدید معیشت میں ترقی کے بے شمار مواقع کاروبار، ٹیکنالوجی، ڈیجیٹل معیشت اور ہنر مندی کے میدان میں موجود ہیں۔ سیرتِ نبوی ﷺ اس حوالے سے بہترین عملی نمونہ پیش کرتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے تجارت کے ذریعے دیانت، امانت، اعتماد اور اعلیٰ کاروباری اخلاق کا ایسا معیار قائم کیا جس نے اسلامی معیشت کو مضبوط بنیادیں فراہم کیں۔ اگر نوجوان نبوی تعلیمات کی روشنی میں جدید مہارتیں حاصل کریں، حلال کاروبار اختیار کریں، خود انحصاری کو فروغ دیں اور معاشی معاملات میں دیانت داری کو شعار بنائیں تو وہ نہ صرف اپنی معاشی مشکلات پر قابو پا سکتے ہیں بلکہ قومی ترقی اور معاشی استحکام میں بھی مؤثر کردار ادا کر سکتے ہیں۔ ڈاکٹر محمد اکرم خان لکھتے ہیں:

"Skill development, productive work, and lawful earning are indispensable elements of an Islamic strategy for sustainable economic development." [51]

ترجمہ: "مہارت کی ترقی، پیداواری کام اور حلال کمائی پائیدار معاشی ترقی کے اسلامی تصور کے ناگزیر اجزاء ہیں۔"

ڈاکٹر محمد اکرم خان اس امر کی وضاحت کرتے ہیں کہ نوجوانوں کی معاشی ترقی صرف سرمایہ یا روزگار کی دستیابی سے وابستہ نہیں بلکہ اس کے لیے مسلسل مہارت میں اضافہ، عملی تربیت اور پیداواری صلاحیتوں کی نشوونما بھی ضروری ہے۔ ان کے نزدیک اسلامی معاشی نظام افراد کو دوسروں پر انحصار کرنے کے بجائے خود اپنے علم، ہنر اور صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر معاشرے کی معاشی ترقی میں حصہ لینے کی ترغیب دیتا ہے۔ موجودہ دور میں مصنوعی ذہانت، ڈیجیٹل معیشت، ای کامرس، فری لانسنگ، تکنیکی تعلیم اور پیشہ ورانہ مہارتوں نے روزگار کی نئی جہات پیدا کی ہیں، جن سے نوجوان بھرپور استفادہ کر سکتے ہیں۔ سیرتِ نبوی ﷺ بھی انسان کو فعال، محنتی، ذمہ دار اور خود کفیل بنانے پر زور دیتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے کبھی بے عملی یا کاہلی کی حوصلہ افزائی نہیں فرمائی بلکہ ہر شخص کو اس کی صلاحیت کے مطابق محنت، دیانت اور حسنِ کارکردگی اختیار کرنے کی تعلیم دی۔ یہی نبوی منہج نوجوانوں کو اس قابل بناتا ہے کہ وہ بدلتے ہوئے معاشی حالات میں بھی اپنی صلاحیتوں کو بہتر انداز میں استعمال کریں، حلال ذرائع سے روزگار حاصل کریں اور اپنی انفرادی خوش حالی کے ساتھ قومی معاشی ترقی میں بھی مثبت کردار ادا کریں۔

4۔ سیرتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں معاشی استحکام اور نوجوانوں کی رہنمائی

معاشی استحکام کسی بھی معاشرے کی ترقی، امن اور خوش حالی کا بنیادی ستون ہے، جبکہ نوجوان نسل اس استحکام کی سب سے اہم قوت ہوتی ہے۔ اگر نوجوانوں کو معیاری تعلیم، پیشہ ورانہ مہارت، باعزت روزگار، معاشی انصاف اور ترقی کے مساوی مواقع میسر ہوں تو وہ نہ صرف اپنی معاشی ضروریات پوری کر سکتے ہیں بلکہ قومی معیشت کی مضبوطی میں بھی مؤثر کردار ادا کرتے ہیں۔ سیرتِ نبوی ﷺ ایک ایسا متوازن معاشی نظام

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

پیش کرتی ہے جس میں محنت، دیانت، خود انحصاری، معاشی عدل، حلال کمائی، اعتدال، سماجی تعاون اور انسانی وقار کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے نوجوانوں کو محض روزگار حاصل کرنے کی تلقین نہیں فرمائی بلکہ انہیں ذمہ دار، امانت دار، باصلاحیت اور خود کفیل انسان بنانے پر خصوصی توجہ دی۔ یہی نبوی تعلیمات عصرِ حاضر کے معاشی مسائل کا دیرپا اور مؤثر حل پیش کرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَأَن لَّيْسَ لِلْإِنسَٰنِ إِلَّا مَا سَعَىٰ﴾[52]

ترجمہ: "اور یہ کہ انسان کے لیے وہی کچھ ہے جس کی اس نے کوشش کی۔"

یہ آیتِ مبارکہ اسلامی معاشی فکر کا بنیادی اصول بیان کرتی ہے کہ کامیابی، ترقی اور رزق کے حصول میں انسانی محنت اور جدوجہد کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ اسلام انسان کو بے عملی، مایوسی اور دوسروں پر انحصار کی بجائے مسلسل کوشش، جدوجہد اور اپنی صلاحیتوں کے مثبت استعمال کی تعلیم دیتا ہے۔ موجودہ دور میں نوجوانوں کو درپیش بے روزگاری، مہنگائی اور معاشی مشکلات کے باوجود یہ قرآنی تعلیم انہیں امید، عزم اور عملی اقدام کا پیغام دیتی ہے۔ سیرتِ نبوی ﷺ بھی اسی اصول کی عملی تصویر ہے، جہاں رسول اللہ ﷺ نے ہر شخص کو اس کی استعداد کے مطابق محنت، تجارت، زراعت، صنعت اور دیگر جائز ذرائع معاش اختیار کرنے کی ترغیب دی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

»لَأَنْ يَأْخُذَ أَحَدُكُمْ حَبْلَهُ، فَيَأْتِيَ بِحُزْمَةِ حَطَبٍ عَلَى ظَهْرِهِ، فَيَبِيعَهَا، خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَسْأَلَ النَّاسَ.«[53]

ترجمہ: "تم میں سے کوئی شخص اپنی رسی لے کر لکڑیوں کا گٹھا اپنی پیٹھ پر اٹھائے، پھر اسے فروخت کرے، یہ اس کے لیے لوگوں سے سوال کرنے سے بہتر ہے۔"

یہ حدیثِ مبارکہ نوجوانوں کے اندر خود انحصاری، محنت اور عزتِ نفس کا اعلیٰ ترین تصور پیدا کرتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے واضح فرمایا کہ معمولی محنت سے حاصل ہونے والی حلال کمائی بھی سوال اور دوسروں پر انحصار کرنے سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔ اس تعلیم سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام ہر جائز پیشے کو عزت دیتا ہے اور کسی بھی حلال ذریعۂ معاش کو حقیر نہیں سمجھتا۔ موجودہ دور میں نوجوانوں کو بھی ملازمت کے محدود مواقع پر اکتفا کرنے کے بجائے ہنر، کاروبار، فری لانسنگ، زرعی و صنعتی منصوبوں اور جدید معاشی مواقع سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرنی چاہیے، تاکہ وہ اپنی معاشی خود مختاری حاصل کر سکیں۔ امام ابن تیمیہ *الحسبۃ فی الإسلام* میں فرماتے ہیں:

»مَصْلَحَةُ النَّاسِ لَا تَتِمُّ إِلَّا بِالْعَدْلِ فِي الْمُعَامَلَاتِ وَحِفْظِ الْحُقُوقِ«. [54]

ترجمہ: "لوگوں کی فلاح اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتی جب تک معاملات میں عدل اور حقوق کا تحفظ یقینی نہ بنایا جائے۔"

امام ابن تیمیہؒ اس حقیقت کو واضح کرتے ہیں کہ مضبوط معیشت کی بنیاد صرف دولت کی فراوانی نہیں بلکہ دیانت، عدل، شفافیت اور حقوق کی حفاظت ہے۔ سیرتِ نبوی ﷺ میں بھی معاشی اصلاح کا آغاز اخلاقی اصلاح سے کیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے دیانت دار تاجر کی فضیلت بیان فرمائی، ناپ تول میں کمی، دھوکہ دہی، سود، ذخیرہ اندوزی اور استحصال سے منع فرمایا اور باہمی اعتماد پر مبنی معاشی ماحول قائم کیا۔ یہی اصول آج بھی نوجوانوں کے لیے کامیاب کاروبار، پائیدار معاشی ترقی اور قومی خوش حالی کی بنیاد فراہم کرتے ہیں۔

خلاصۂ بحث

زیرِ نظر تحقیق سے یہ حقیقت واضح ہوئی کہ عصرِ حاضر میں نوجوان نسل تعلیمی، معاشرتی اور معاشی اعتبار سے متعدد پیچیدہ مسائل کا سامنا کر رہی ہے، جن میں تعلیمی ناہمواری، اخلاقی بحران، خاندانی کمزوری، سوشل میڈیا کے منفی اثرات، بے روزگاری، مہنگائی اور معاشی عدم استحکام نمایاں ہیں۔ تحقیق نے یہ ثابت کیا کہ ان مسائل کا مؤثر اور دیرپا حل سیرتِ نبوی ﷺ کی جامع تعلیمات میں موجود ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے

نوجوانوں کی تعلیم و تربیت، کردار سازی، معاشرتی ہم آہنگی، محنت، خود انحصاری، حلال روزگار اور معاشی عدل کے ایسے اصول عطا فرمائے جو ہر دور کے لیے یکساں قابلِ عمل ہیں۔ اگر ان نبوی تعلیمات کو تعلیمی اداروں، خاندانی نظام، سماجی اداروں اور قومی پالیسیوں میں مؤثر انداز سے نافذ کیا جائے تو نوجوان نہ صرف اپنی انفرادی زندگی میں کامیابی حاصل کر سکتے ہیں بلکہ ایک باکردار، باصلاحیت، خود کفیل اور ترقی یافتہ معاشرے کی تشکیل میں بھی مؤثر کردار ادا کر سکتے ہیں۔ اس لیے سیرتِ نبوی ﷺ کی رہنمائی کو نوجوانوں کی فکری، اخلاقی اور عملی زندگی کا محور بنانا عصرِ حاضر کی ایک اہم ضرورت ہے۔

حوالہ جات

1. العلق، 1:96۔

2. ابن ماجه، محمد بن يزيد القزويني، سنن ابن ماجه، تحقيق محمد فؤاد عبد الباقي (القاهرة: دار إحياء الكتب العربية، 1952)، **كتاب السنة، باب فضل العلماء والحث على طلب العلم**، حديث: 223.

3. المجادلة، 58:11۔

4. الغزالي، أبو حامد محمد، إحياء علوم الدين (بيروت: دار المعرفة، 2005)، 1: 45.

5 .Al-Attas, Syed Muhammad Naquib, The Concept of Education in Islam (Kuala Lumpur: ISTAC, 1980), 15.

6. الزمر، 39:9۔

7. ابن ماجه، سنن ابن ماجه، كتاب السنة، حديث: 223.

8. ابن خلدون، عبد الرحمن بن محمد، المقدمة (بيروت: دار الفكر، 2004)، 1: 326.

9 .Zaman, S. M., Education and Social Development (Islamabad: National Book Foundation, 2001), 72.

10.Ashraf, Syed Ali, New Horizons in Muslim Education (Cambridge: The Islamic Academy, 1985), 58.

11. الجمعة، 62:2۔

12. البخاري، محمد بن إسماعيل، صحيح البخاري (دمشق: دار ابن كثير، 2002)، **كتاب الأدب، باب رحمة الناس والبهائم**، حديث: 6018.

13. ابن جماعة، بدر الدين، **تذكرة السامع والمتكلم** (بيروت: دار البشائر الإسلامية، 2012)، 91.

14 .Bakar, Osman, Islamic Civilisation and the Modern World (Kuala Lumpur: University of Malaya Press, 1997), 103.

15.Al-Alwani, Taha Jabir, Issues in Contemporary Islamic Thought (Herndon, VA: International Institute of Islamic Thought, 2005), 66.

16. الأحزاب، 33:21۔

17. ابن القيم، محمد بن أبي بكر، مفتاح دار السعادة (بيروت: دار ابن كثير، 1996)، 2: 112.

18 .Draz, Muhammad Abdullah, The Moral World of the Qur'an (London: I.B. Tauris, 2008), 87.

19. القلم، 68:4۔

20. الترمذي، محمد بن عيسى، سنن الترمذي (بيروت: دار الغرب الإسلامي، 1998)، كتاب البر والصلة، باب ماجاء في رحمة الصبيان، حديث: 1921.

21. ابن مفلح، محمد بن مفلح، الآداب الشرعية (بيروت: مؤسسة الرسالة، 1999)، 2: 18.

22 .Journal of Moral Education 45, no. 2 (2016): 145.

23. دراز، محمد عبد الله، دستور الأخلاق في القرآن (الكويت: دار القلم، 1973)، 93.

24. الإسراء، 17:23۔

25. الترمذي، سنن الترمذي، كتاب البر والصلة، حديث: 1921.

26. ابن حزم، علي بن أحمد، الأخلاق والسير (بيروت: دار الآفاق الجديدة، 1979)، 54.

27 .Journal of Family Studies 26, no. 3 (2020): 311.

28 .Ramadan, Tariq, In the Footsteps of the Prophet (New York: Oxford University Press, 2007), 132.

29. الحجرات، 49:6۔

30. مسلم بن الحجاج، أبو الحسين، صحيح مسلم (بيروت: دار إحياء التراث العربي، د. ت.)، المقدمة، باب النهي عن الحديث بكل ما سمع، حديث: 5.

31. ابن القيم، إعلام الموقعين (بيروت: دار الكتب العلمية، 1991)، 3: 14.

32 .Computers in Human Behavior 115 (2021): 106585.

33 .Bunt, Gary R., Islam in the Digital Age (London: Pluto Press, 2003), 76.

34. النحل، 16:90۔

35. البخاري، صحيح البخاري، كتاب المظالم، حديث: 2446.

36. الغزالي، محمد، فقه السيرة (القاهرة: دار الشروق، 2005)، 188.

37. الجمعة، 62:10۔

38. البخاري، صحيح البخاري، كتاب البيوع، حديث: 2072.

39. السرخسي، شمس الدين، المبسوط (بيروت: دار المعرفة، 1993)، 30: 210.

40 .Chapra, M. Umer, Islam and the Economic Challenge (Leicester: The Islamic Foundation, 1992), 117.

41.Siddiqi, Muhammad Umer Zubair, Islamic Economic Thought (Lahore: Islamic Publications, 2000), 84.

42. الإسراء، 17:29۔

43. أحمد بن حنبل، أحمد بن محمد، المسند، تحقيق شعيب الأرناؤوط (بيروت: مؤسسة الرسالة، 2001)، مسند عبد الله بن مسعود، حديث: 4269.

44. أبو يوسف، يعقوب بن إبراهيم، كتاب الخراج (القاهرة: المطبعة السلفية، 1396ه-)، 27.

45 .Kahf, Monzer, The Islamic Economy (Jeddah: Islamic Research and Training Institute, 2003), 95.

46 .Ahmed, Habib, Role of Islamic Finance in Poverty Alleviation (Jeddah: Islamic Development Bank, 2004), 61.

47. الملك، 67:15۔

48. البيهقي، أحمد بن الحسين، شعب الإيمان (الرياض: مكتبة الرشد، 2003)، باب في الكسب الحلال، حديث: 1218.

49. الشيباني، محمد بن الحسن، كتاب الكسب (بيروت: دار ابن حزم، 1997)، 41.

50 .Siddiqi, Muhammad Nejatullah, Teaching Economics in Islamic Perspective (Leicester: The Islamic Foundation, 1996), 98.

51 .Khan, Muhammad Akram, An Introduction to Islamic Economics (Islamabad: International Institute of Islamic Thought, 1994), 123.

52. النجم، 53:39۔

53. البخاري، صحيح البخاري، كتاب الزكاة، حديث: 1471.

54. ابن تيمية، أحمد بن عبد الحليم، الحسبة في الإسلام (القاهرة: دار الشعب، 1976)، 35.